''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

سلسلہ نمبر۲ - قسط نمبر۱

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

گرمیٔ ہنگامہ ہے تیری حسین احمدؒ سے آج
جن سے ہے پرچم روایاتِ سَلَف کا سربلند

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

مولانا سیّد حسین احمد المدنی رحمہ اللہ ۱۲۹۶ھ/ ۱۹ر شوال دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب میں گیارہ بجے تولد ہوئے، عیسوی ۱۸۷۹ ہوتا ہے۔ عربی سال کا تاریخی نام ''چراغ محمد'' ہے۔ بمقام بانگرمئو، آبائی وطن موضع اللہ داد پور تحصیل ٹانڈہ فیض آباد ہے۔

مدنی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں عرصہ دراز تک درس دیتے رہے۔ والد صاحب مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تھے اور خاندان کا ایک حصہ اب تک وہاں ہے کیونکہ چھوٹے اور بڑے بھائی سب وہیں رہے اب بھی چھوٹے بھائی قاضی سیّد محمود صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے[۱] مدینہ منورہ کے نائب امیر (ڈپٹی گورنر) ہیں اور اسی مناسبت سے حضرت مولانا کی اولاد مولانا اسعد صاحب و مولانا ارشد صاحب کا مدینہ منورہ آنا جانا اور قیام کرنا جاری ہے۔

---

۱ ان کا اسم گرامی سیّد حبیب محمود صاحب مدنیؒ ہے، افسوس کہ مدینہ منورہ میں گزشتہ رمضان المبارک کی ۷ر تاریخ کو خالق حقیقی سے جاملے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلنا ولہ۔ محمود میاں غفرلہ

چند اجداد کا تعارف :

حضرت مولانا السیّد حسین احمد المدنی سادات حسینی کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ حضرت مخدوم سیّد احمد توختہ ''تمثالِ رسول'' (علیہ السلام) کی اولاد میں ہوئے ہیں حضرت توختہ رحمۃ اللہ علیہ ''ترمذ'' سے لاہور تشریف لائے تھے اور ۶۰۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے [1]۔ حضرت توختہ قدس سرہ کے اوپر کے اجداد میں سے کوئی جد حضرت سلطان الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ ان کو سلطان الطائفہ نے دعا دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ ہوں گے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔

''توختہ'' تر کی لفظ ہے اس کے معنے بہت دیر تک کھڑا رہنا ہے۔ آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو اندر حجرہ میں بلایا اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے آپ جب حجرہ میں جانے لگے تو حجرہ اندر سے بند پایا آپ اس کی دہلیز پر کھڑے ہو گئے اور رات بھر کھڑے رہے علی الصباح جب شیخ نے حجرہ کھولا تو آپ کو کھڑا دیکھ کر توختہ کا لقب عنایت فرمایا۔ اور ''تمثالِ رسول'' کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہم عصر کسی بزرگ نے واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اس زمانہ میں حضور کی اولاد میں کوئی حضور کی شبیہ موجود ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سیّد احمد توختہ کی زیارت کرو، وہ میرا شبیہ ہے اس کو دیکھا تو گویا مجھ کو دیکھا اسی لیے آپ تمثال رسول ﷺ سے ملقب ہوئے۔ حضرت توختہ قدس سرہ کی اولاد میں سے سیّد شاہ زید بن سید شاہ احمد زاہد مورث سادات ٹانڈہ وغیرہ کے ہیں ان کی اولاد میں سے ایک بزرگ سیّد شاہ عبدالوہاب قدس سرہ کا مزار بمقام شاہ دھورہ (متصل جونپور) ہے۔ ان کی ایک کرامت یہ تھی کہ ان کے مکان کے سامنے سے جس کسی کافر کا جنازہ نکلتا تھا تو پھر چل نہ سکتا تھا۔ یہ بزرگ چشتی تھے۔

شاہ نور الحق صاحب قدس سرہ سادات الہداد پور ٹانڈہ کے مورث اعلیٰ تھے۔ آپ شاہ داؤد چشتیؒ کے خلیفہ ہیں شاہ داؤد سرمست قدس سرہ شاہ قطب بینا دل قلندر سَر انداز کے خلیفہ تھے اور حضرت بینا دل رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد بھی تھے۔ ان سب حضرات کے تعارف کے لیے چند سطور یہاں لکھتا ہوں :

شاہ قطب بینا دل فاروقی النسب ہیں آپ پیدائشی نابینا تھے مگر دل کی آنکھوں سے آنکھ والوں سے زیادہ دیکھتے تھے اسی لیے آپ کا لقب ''بینا دل'' مشہور ہو گیا۔ اثناء ذکر میں آپ کا جسم سر سے علیحدہ ہو جاتا تھا اسی لیے ان کا لقب ''سَر انداز'' بھی مشہور ہوا۔ بمقام سَر ہر پورہ ۲۵ رشعبان ۸۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ رشعبان ۹۳۷ھ میں وفات پائی، مزار جونپور محلّہ علن پور میں ہے ایک سو انچاس برس عمر پائی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] ۱۹۶۹ء میں مولانا مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا سیّد اسعد صاحب لاہور تشریف لائے تھے تو آپ نے اپنے جد امجد حضرت توختہ نور اللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری دی، مزار کے سرہانے نیا کتبہ نصب کرنے کے لیے رقم بھی عنایت فرمائی۔

شاہ داؤد چشتی سلسلہ چشتیہ اور قلندریہ وقادریہ وسہروردیہ میں مجاز ہیں۔ سرہرپورہ میں رہتے تھے ان کے دو خلیفے ہیں شاہ نور الحق سرہرپوری اور شاہ نور الحق ٹانڈوی (جدامجد حضرت مدنی (قدس اللہ اسرارہم العزیز)۔

مراۃ الاسرار میں ہے :

باز بنقل متواتر شنیدہ شد کہ شاہ نور در اوائل سال بسے ریاضات شاقہ کشیدہ بود پیوستہ درخدمت شاہ داؤد مشغول می بود بعد ازاں بحسب بشریت ازوے درخدمت مفقار قصورے واقع شد شاہ داؤد فرمود کہ تو درخدمت من تساہل می ورزی پس من برائے خدمت خود شیخ نور دیگر پیدا می کنم ایں سخن گفتہ از قصبہ سرہر پور برخاست و درقصبہ ٹانڈہ رسید حضرت شیخ نور ثانی قدس سرہ دراں حال بقصبۂ ٹانڈہ درکسب قصاری اشتغال داشت شاہ داؤد برسروقت او رسید و جوہر استعداد او ازراہ فراستِ باطن معائنہ نمودہ فرمود بابا تاکہ چوب را برسر چوب بزنی کار دیگر بہ ازیں درپیش گیر درساعت بردل وے جائے گرفت موجب اشارتش درہر چہ بود بیکبار ازاں کار برآمدہ بہ نبال شاہ داؤد افتاد و طریق خدمت دریافت و مجاہدات پیش گرفت و بحسن تربیتش بمرتبہ تکمیل

یعنی: اسکے بعد یہ ہے کہ بنقل متواتر سنتے آئے ہیں کہ شاہ نور نے ابتدائی سالوں میں بہت ریاضتہائے شاقہ کی تھیں مسلسل شاہ داؤد کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اس کے بعد بمقتضائے شریعت ان روزمرہ کی عادت کے مطابق جو کام ہوا کرتے تھے ان میں کسی قسم کی کمی آئی شاہ داؤد نے فرمایا کہ تم میرے کاموں میں تساہل برتتے ہو لہٰذا میں اپنے کام کے لیے دوسرا شیخ نور ڈھونڈ کر نکالے لیتا ہوں۔ یہ بات فرما کر قصبہ سرہرپور سے اُٹھ آئے اور قصبہ ٹانڈہ پہنچے اس وقت حضرت شیخ نور الحق ثانی قدس سرہ ٹانڈہ کے قصبہ میں برائے معاش قصاری کا کام کرتے تھے۔ شاہ داؤد عین ایسے ہی وقت پہنچے ان کے جوہر استعداد کا نورِ فراست باطن سے معائنہ فرمایا اور فرمایا کہ بابا کب تک لکڑی کو لکڑی پر مارتے رہو گے اس سے بہتر کام اختیار کرو۔ اسی وقت حضرت داؤد ان کے دل پر چھا گئے ان کے اشارہ کے بموجب جس کام میں بھی وہ لگے ہوئے تھے یک لخت چھوڑ کھڑے ہوئے........... اور ان کی خدمت کا طریقہ اپنا لیا اور مجاہدات شروع کر دیے آپ کی حسن تربیت سے بم

وارشاد رسید تا آنکہ بشرف خلافت شاہ داؤد بہرہ مند گردید مرقد متبرکہ او نیز بقصبہ ٹانڈہ زیارت گاہ خلق است رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ میرک قدس سرہ کہ در قصبۂ انبالہ آسودہ است خلیفہ شاہ نور بود۔

بمرتبہ تکمیل واشارہ کو پہنچے حتی کہ شاہ داؤد کی خلافت سے سرفراز ہوئے آپ کا مرقد مبارک بھی قصبۂ ٹانڈہ میں زیارت گاہ خلق ہے رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ میرک قدس سرہ جو قصبہ انبالہ میں محو استراحت ہیں حضرت شاہ نور کے خلیفہ تھے۔ واللہ اعلم۔

الٰہ داد پور کے جد اعلیٰ تک آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے : مولانا حسین احمد ابن سیّد حبیب اللہ ابن سیّد پیر علی ابن سیّد جہانگیر بخش ابن شاہ نور اشرف ابن شاہ مدن ابن شاہ محمد ماہ شاہی ابن شاہ خیر اللہ ابن شاہ صفت اللہ ابن شاہ محبّ اللہ ابن شاہ محمود ابن شاہ لدھن ابن شاہ قلندر ابن شاہ منور ابن شاہ راجو ابن شاہ عبدالواحد ابن شاہ محمد زاہدی ابن شاہ نور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شاہ نور الحق وہ مورث اعلیٰ ہیں جو الٰہ داد پور قصبہ ٹانڈہ میں پہلے پہل تشریف لائے۔

الٰہ داد پور، وجہ تسمیہ :

''الٰہ داد پور'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قوم ''رَجْھَر'' اور ان کے راجہ کا اس علاقہ پر تسلط تھا اور وہ مسلمانوں کو ستاتے تھے۔ شاہ نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے سرکشی دکھائی تو ان سے مقابلہ ہوا۔ آپ نے ان کے راجہ کو بزور کرامت شکست دی، راجہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا آپ نے وہیں اقامت اختیار فرمالی اور اس مقام کا نام الٰہ داد پور رکھ دیا۔

آپ کا شجرۂ نسب مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم میں مکتوب نمبر ۲۲ میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے، آپ حسینی سیّد ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سیّد حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نور اللہ مرقدہم کے خلیفۂ راشد تھے اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ غایت درجہ صاحبِ کشف وکرامت تھے ان کے کچھ حالات پر حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں :

۱۳۰۹ھ میں جب کہ آپ کی عمر بارہ سال تھی آپ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دیوبند حصول تعلیم کے لیے بھیج دیا گیا اور باوجود مشاغل کثیرہ کے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت

مدنی رحمہ اللہ کو مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائیں، جن کے نام خود حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نقشِ حیات'' میں صفحہ ۲۲ پر تحریر فرمائے ہیں۔

پہلے آپ کو فلسفہ و منطق سے لگاؤ زیادہ تھا پھر کتب ادب سے ہوا اور پھر حدیث شریف سے۔ امتحان میں دیوبند کے اپنے رواج کے مطابق اس وقت کامیابی کے انتہائی نمبر ۲۰ ہوا کرتے تھے مگر آپ کو ۲۱۔۲۲ اور ۲۳ تک نمبر ملتے رہے ہیں صرف ساڑھے چھ سال کے عرصہ میں سترہ فنون کی سڑسٹھ کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ان میں ۲۴ کتابیں آپ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے پڑھیں۔

امتحانات میں نمایاں کامیابی :

جس سال دستار بندی ہوئی (۱۶۔۱۷۔۱۸/اپریل ۱۹۱۰ء) تو آپ کو مختلف کامیابیوں پر تین طرح کی دستاریں عنایت ہوئیں۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ جب حرم نبوی کے اعلیٰ ترین مدرس شمار ہونے لگے تھے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میری خواہش ہوتی رہتی تھی کہ اب پھر ایک بار حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ سے حدیث پاک پڑھوں اور اشکالات حل کروں، کتب عالیہ حدیث شریف تفسیر و اصول و عقائد وغیرہ میں اور بالخصوص حدیث و تفسیر میں بعض شبہات اور مشکلات پیش آتی رہیں جن کو حل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اور طبعی طور پر زوردار خواہش ہوتی تھی کہ کسی طرح حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی بارگاہ تک رسائی ہو تو کتب حدیث پھر پڑھوں۔ (نقشِ حیات ص ۹۸)

خدا نے ایسا موقع پھر عنایت فرمایا اور شعبان ۲۷ھ تک دارالعلوم میں ترمذی شریف اور بخاری شریف بہت جدوجہد سے پڑھتے رہے۔ نقشِ حیات ص ۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں مسائل پر پوری بحث کیا کرتا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مرتبہ غیر معمولی توجہ فرماتے تھے اور خلافِ عادت تحقیقی جوابات نہایت وضاحت سے دیتے تھے جس سے بہت فائدہ ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرر :

شوال ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا، مشاہرہ ۳۴ روپے مقرر کیا گیا اور مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ جب بھی مدینہ منورہ سے آئیں تو ''بغیر تجدیدِ اجازت از مجلس شوریٰ مدرس کیا جائے''۔ پھر آپ ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ واپس ہوگئے۔ اس قیام کے دوران اسفار میں حضرت شیخ الہند کی معیت میں رہے اور خدمت فرماتے رہے اور دیوبند میں قیام بھی حضرت ہی کے یہاں رہا۔

سلوک :

درسیات سے جب فراغت ہوئی تھی (۱۳۱۶ھ کے قریب قریب) تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ

سے بیعت ہوں لیکن ان کے حکم کے تحت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بیعت کے فوراً بعد ان ہی دنوں فقط آپ کے والد ماجد سیّد حبیب اللہ صاحب نے ہی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مع دیگر اہل خانہ کے سفر "طیبہ مشرفہ" فرمایا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے حضرت مدنی کو بیعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ ذکر کی تعلیم مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ درجاتہ سے حاصل کریں چنانچہ اسی طرح ہوا، اس کی عظیم برکات ظاہر ہوئیں۔

بشارت :

خواب میں بمقام رابغ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، فرماتے ہیں میں دیکھتے ہی پاؤں میں گر گیا آپ نے میرا سر اُٹھا کر فرمایا کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے سمجھنے کی قوت ہو جائے تو فرمایا کہ تجھ کو دیا۔ (نقشِ حیات ص ۸۰) بعد کے حالات نے بتلایا کہ آپ نے وہاں وہ سب کتابیں نہایت عمدگی سے پڑھائیں جو مدینہ منورہ، مصر اور استنبول میں داخل تھیں اور یہاں وہ کبھی پڑھی پڑھائی نہیں گئیں۔ نحو، معانی و بیان فقہ اصول فقہ، شافعی و مالکی مسالک کی کتابیں عقائد اصولِ حدیث اور فرائض و منطق کی کتابیں سب پڑھاتے رہے (ماخوذ از نقشِ حیات)۔ میں نے اپنے اساتذہ سے سُنا ہے کہ آپ کو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے تحریر فرمایا تھا کہ منطق و فلسفہ وغیرہ کے اسباق علیحدہ جگہ پڑھایا کریں روضۂ اقدس کے قریب نہ پڑھائیں۔ اس لیے آپ ان اسباق میں اس ہدایت پر عمل پیرا تھے (۱۳۲۰ھ کے بعد آپ کا درس طلبہ اتنا مقبول ہوا کہ عرب اور غیر عرب سب سے زیادہ ہجوم آپ کے پاس ہوتا تھا)۔

۱۳۱۷۔۱۳۱۸ھ میں حجرہ مطہرہ کے خاص خدام جنہیں "آغاوات" کہا جاتا تھا وہ بھی آپ سے پڑھتے تھے غبار حجرۂ مطہرہ جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے سُرمہ میں ڈلوا لیا تھا اور ان کھجور کے چند درختوں کے جو مسجد نبوی میں کھڑے تھے تین دانے جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کو پیش کیے تھے ان ہی آغاوات نے آپ کو دیئے تھے حضرت نے ان کو ۲۷ حصوں میں تقسیم فرما دیا اور گٹھلیاں کوٹ کر پھانک لیں۔ نقشِ حیات (یہ درخت سعودی دورِ حکومت میں کاٹ دیئے گئے، مسجد نبوی کے پرانے نقشوں میں وہ نظر آتے ہیں)۔ حج سے فراغت کے بعد آپ نے والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ کر ذکر و فکر میں اشتغال شروع فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا مکہ مکرمہ میں وصال ہو گیا۔

مدینہ منورہ اور آزمائشیں :

مدینہ منورہ میں قیام کرنے والوں کے بارے میں حدیث شریف کی رو سے پریشانی کا امتحان آتا ہے، جب وہ

دور آیا تو والد ماجد حضرت حبیب اللہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ سب لوگ ہندوستان واپس چلے جائیں میں تو یہاں آخری وقت گزارنے اور اس زمین پاک میں دفن ہونے کے لیے ہجرت کر کے آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے حج کر لیا ہے تو واپس چلے جائیں۔ لیکن والد صاحب کو اس پیرانہ سالی میں گھر کا کوئی فرد تنہا چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ چنانچہ متواتر چند ماہ امتحان میں اس طرح گزرے کہ ایک وقت میں تھوڑی سی مونگ کی دال میسر آتی تھی جسے پکا کر گھر کے سب آدمی تھوڑی تھوڑی سی پی لیتے اور خدا کا شکر کرتے۔ اہل خانہ کی تعداد تیرہ تھی مگر اس حالت کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔

۱۳۲۰ھ کے بعد سے نہ معلوم کتنے سال مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مسجد نبوی میں درس اسی فاقہ میں صبح سے شام تک جاری رہتا تھا۔ تفسیر وحدیث کی بڑی کتابوں کے تقریباً ۱۵ اسبق روزانہ پڑھاتے تھے اس لیے بعض دفعہ اسباق کا سلسلہ عشاء کے بعد تک رہتا۔ مطالعہ کی عادت تھی، بلا مطالعہ سبق نہیں پڑھاتے تھے اس لیے دن رات میں صرف ساڑھے تین گھنٹے سونے کا موقع ملتا تھا۔ ہفتہ میں ایک دن چھٹی ہوتی تھی تو چھ گھنٹے سو لیتے تھے۔ اسباق میں پوری جدوجہد اس لیے بھی تھی کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت کرتے وقت وہاں پڑھاتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔

۱۳۱۸ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو گنگوہ بلایا کیونکہ سلوک (اور بزبانِ عرف عام تصوف) کا آخری سبق ''ان تعبداللّٰہ کا نک تراہ '' جو حدیثِ صحیح میں وارد ہے، اپنی زیر نگرانی کرانا تھا۔ اس کے بعد آپ کو چاروں سلسلوں کی (چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی) اجازت وخلافت عطاء کی، اس کے دو تین دن بعد حضرت نے حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما سے عرض کیا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کا سلوک بھی طے کرنا چاہتا ہوں، تو فرمایا کہ جو تعلیم میں نے دی وہ سب کی بالکل آخری تعلیم ہے۔ یہاں پر تمام سلاسل مل جاتے ہیں، اسی کی مشق کرو، اسی میں جدوجہد کر کے پیر مرید سے بڑھ جائے یا مرید پیر سے بڑھ جائے''۔ اس کے بعد حج کا زمانہ آیا تو آپ پھر مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔ ملخصاً از نقشِ حیات)

عجیب بات ہے کہ اس مراقبۂ عظیمہ تک دنیا کے تمام مذاہب کے خاص خاص تارک الدنیا جو اپنے فرقوں کے ہیڈ شمار ہوتے ہیں ریاضتیں کرتے کرتے پہنچ جاتے ہیں مثلاً بدھ مذہب والے، ہندو سادھو جو بہت ہی اونچے مقام پر پہنچے ہوں وغیرہ۔ یہ لوگ آخر میں توحید کے قائل ہو جاتے ہیں ایسے لوگ مرنے پر دفن کیے جاتے ہیں۔ ہندوؤں میں عابدوں کی چار قسموں کے نام ہیں جنہیں وہ بھی دفن کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی ناتمام تعلیم ان کے یہاں کچھ محفوظ رہ گئی ہے جس میں تدفین اور یہ دھیان باقی ہے لیکن جیسا کہ صراطِ مستقیم کے آخر میں سلوک ثانی کے باب میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''یہ لوگ یہیں رُک جاتے ہیں۔'' ان کے پاس اُن قدیم انبیاء کی ناتمام تعلیمات ملتی ہیں جو اقوامِ عالم میں مبعوث ہوتے رہے۔ باقی احکام اس وقت تک تھے ہی نہیں اور اگر کچھ اخلاقیات کی تعلیم

تھی بھی تو وہ سب محو ہو کر رہ گئی۔اس لیے یہ لوگ اسی مقام پر آ کر رُک جاتے ہیں اور اسلام میں یہاں سے سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے اور فناء و بقاء وغیرہ اور اتباع سنت کے ساتھ بے نہایت ترقیاں ہوتی ہیں۔لیکن دوسرے مذاہب والے اس مراقبہ (دھیان) پر آ کر قوت خیالی کام میں لانے اور شعبدے دکھانے لگتے ہیں اور یہیں ان کا منتہٰی ہو جاتا ہے۔

ہند پر مسلمانوں کا حق اور اس کی وجہ :

حضرت مدنی قدس سرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں انبیاء کرام کی بڑی تعداد گزری ہے وہ فرماتے تھے کہ ان کے یہاں جو مجاہدہ کے طریقے ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کے بقایا ہیں وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہاں بہت انبیاء گزرے ہیں اس لیے سرزمین ہند پر مسلمانوں کا سب سے زیادہ حق بنتا ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہ نے دوبارہ مدینہ طیبہ میں پہنچ کر ۱۳۲۶ھ تک مسلسل جوارِ رسول ﷺ میں علومِ دینیہ کی تعلیم دیتے رہے اور آپ کا درس وہاں کے سب اہل علم سے بڑھ گیا۔گزشتہ عبارت میں جو خواب گزرا ہے اس کا مقتضٰی بھی یہی تھا۔آپ صبح سے عشاء تک مسلسل تقریباً پندرہ اسباق پڑھاتے تھے اور واقعی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ اور حوالہ کتب کا حال ہم نے یہی دیکھا ہے کہ ہر بات کا حوالہ اثناء درس میں کتابوں کے ڈھیر میں سے فوراً نکال کر بتلاتے تھے۔اسی طرح ہر سبق ہوتا تھا چاہے آپ نے سفر سے آتے ہی سبق پڑھانا شروع کیا ہو۔یہ بات بہت عجیب لگتی تھی اور یقیناً اس مبارک خواب کا فیض تھا جس کا ذکر گزرا بلکہ اس جیسے اور بھی فیوض خواب میں اور احوال کشفیہ کے طور پر پیش آتے رہے۔

بشارت :

ایک مرتبہ خواب میں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت ہوئی کہ قبر اطہر پر ایک کرسی بچھی ہوئی ہے، جب بالکل قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے چار چیزیں عنایت فرمائیں ان میں سے ایک علم ہے۔نقشِ حیات میں ص ۹۸ پر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آ گیا کہ بہت غور و فکر اور حواشی و شروح کے مطالعہ سے بھی حل نہ ہو سکا۔سخت عاجز ہو کر روضۂ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام و درُود عرض کیا،تھوڑی ہی دیر میں سمجھ میں آ گیا۔

''جلاوطن شیخ'' کی آمد اور عجیب اِنکشاف :

پاکستان میں ۱۹۵۸ء کے قریب ایک الجزائری شیخ تشریف لائے تھے انھوں نے پورے پاکستان کا دورہ کیا۔اسی سلسلہ میں انھوں نے بیرون لوہاری دروازہ مسلم مسجد لاہور میں جلسہ سے خطاب کیا ترجمانی میں نے کی۔معلوم ہوا کہ وہ الجزائر کے مجاہدین کبار میں سے ہیں اور انھوں نے وہاں تقریباً چار سو مدرسے قائم کر رکھے ہیں۔حکومت فرانس نے انہیں جلاوطن کر رکھا ہے۔یہ کافی عمر رسیدہ بزرگ تھے۔اسٹیج پر جو ایک تخت کا تھا سہارے سے چڑھایا گیا تھا۔ان سے میں

نے اثناء گفتگو حضرت مولانا السیّد حسین احمد المدنی رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر کیا انھوں نے بھی بہت ادب سے ذکرِ خیر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ انھیں جانتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ خوب جانتا ہوں میں نے ان سے حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں۔ جس روز وہ مسلم مسجد میں تشریف لائے ان کے ساتھ جماعت اسلامی کے لوگ تھے اس دن غالباً وہ ان کے ہی مہمان تھے۔

''شیخ العرب والعجم'' کہنے کی وجہ :

بہرحال اس رُوحانیت اور علم وتقوٰی کے ساتھ جب آپ کا علمی فیض پھیلا تو عرب کے دور دراز ممالک تک حلقۂ تلامذہ پہنچا اور جذباتِ جہاد بھی تلامذہ میں منتقل ہوئے اس لیے آپ کو'' شیخ العرب والعجم '' بھی بکثرت کہتے ہیں۔ اسیران مالٹا میں تحریر ہے آپ کی شہرت عرب سے تجاوز کر کے دیگر ممالک تک پہنچ چکی تھی اور '' شیخ الحرم'' کے خطاب سے آپ مشہور ہو گئے تھے۔ (ص ۸۷)

تذکرۃ الرشید میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے جن کا تعلق جمعیۃ سے کبھی بھی نہیں رہا تحریر فرمایا ہے مولانا حسین احمد کا درس بحمد اللہ حرم نبوی میں بہت عروج پر ہے اور عزت وجاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علماء کو کیا معنی یمنی اور شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں۔ ذٰلك فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ (اسیرانِ مالٹا ص ۸۷ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۱۵۹)۔

ایک جگہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے :

میں ہندوستان سے باہر تقریباً سترہ سال رہا ہوں۔ عرب، شام، فلسطین، افریقہ، مصر، مالٹا وغیرہ میں رہنا ہوا۔ ہر ملک کے باشندوں سے ملنا جلنا اُٹھنا بیٹھنا ہوا۔ جرمن، آسٹرین، بلگیرین، انگریز، فرانسیسی، آسٹریلین، امریکی، روسی، چینی، جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ وغیرہ مسلم اور غیر مسلم اور غیر مسلموں کے ساتھ سالہا سال تک ملنا جلنا نشست وبرخاست کی نوبت آئی۔ اگر یہ لوگ عربی ترکی یا فارسی یا اردو سے واقف ہوتے تھے تو بلا ترجمان ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیرِ بحث رہتے تھے۔ (مکتوب نمبر ۴۲ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۲۶ و ص ۱۲۷)

حضرتؒ اور علوم قاسمی :

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز سے خاص قسم کی علمی مناسبت تھی۔ تحریر فرماتے ہیں : ''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ایسے ایسے حِکَم اور علمی مضامین ملتے تھے کہ تمام مطوّلات وکتب قدیمہ میں ہاتھ نہیں آتے تھے۔ ان سے طبیعت کو بہت زیادہ اطمینان اور شرح صدر ہوتا

تھا اور یہی حالت اب تک ہے۔ان مضامین کو دیکھ کر ارمان پیدا ہوتا تھا کہ کاش یہ علوم مجھ کو بھی حاصل اور محفوظ ہو جائیں کیونکہ حضرت نانوتوی مرحوم کی تحقیقات نہایت ہی بلند پایہ اور مفید ہیں ۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز کی تصانیف میں بھی تحقیقات اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں اور نہایت مفید اور بلند پایہ ہیں ،مگر مجھ کو جو طمانیت اور بلند پایگی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ملتی تھی وہ وہاں نہ تھی ۔اگر چہ تحقیقات کے انتہائی بلند پایہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مضامین سمجھ میں آنے دشوار ہوتے تھے اور چند صفحوں کے مطالعہ کے بعد طبیعت تھک بھی جاتی تھی اور بہت سی باتیں سمجھ میں بھی نہیں آتی تھیں ،تاہم ان سے بہت سکون اور شرح صدر ہو جاتا تھا‘‘۔اس سے ایک سطر بعد تحریر فرماتے ہیں :

ایک روز بہت غلبۂ شوق پیدا ہوا اور ان علوم کے حاصل ہونے کی رغبت اس قدر زیادہ ہوئی کہ مواجہہ شریفہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں حاضر ہو کر بہت رویا اور ان علوم کے حاصل ہونے کی درخواست واستدعا کرتا رہا اور اپنی بے بضاعتی اور جہالت کا شکوہ بھی کیا۔دیر تک اسی حالت گریہ میں رہ کر واپس ہوا تو چند قدم ہی چلا تھا کہ یکا یک قلب میں واقع ہوا **لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ** ‘‘(نقشِ حیات ص ۹۹)۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناسبت نہایت درجہ طبعی اور منجانب اللہ تھی کہ خداوند کریم نے وفات کے بعد تدفین ایسے نصیب فرمائی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے متصل (بالکل ملی ہوئی) ایک قبر کی جگہ نکل آئی جس کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ جگہ ایک قبر کی ہو سکتی ہے۔وہ بہت چھوٹی معلوم ہوتی تھی اور شاید اسی لیے خالی چلی آرہی تھی اور چھوٹی نظر آتی تھی۔حضرت شیخ الہندؒ تو اس طرح مدفون ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم کی پشت ہے اور آپ کا چہرہ ہے۔اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی خاص پائتی میں ہیں۔آپ کا سر مبارک ان کے پاؤں کے قریب ہے۔(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۲ قسط نمبر۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

جنگِ عظیم، ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت۔ اہلِ مدینہ کی وفاداری اور اس کی وجہ :

۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم جس میں روس فرانس ایک طرف تھے اور برطانیہ ان کا مددگار تھا۔ دوسری طرف جرمنی تھا۔ ترکوں نے جرمنی کی حمایت کی تو وہ بھی جنگ میں شریک ہو گئے اس موقعہ پر وہ دشمن جو مدتوں سے تقسیم ترکی کی فکر میں تھے، مناسب موقع دیکھ کر وقت کو غنیمت سمجھنے لگے۔ عراق میں مدتوں کی سازشیں، سعودیہ میں سالہا سال کی ریشہ دوانیاں، حجاز میں برسوں کی خفیہ کوششیں، آرمینیا میں قرنوں کی ظاہر اور پوشیدہ کارروائیاں، پیٹر اعظم کی قدیم وصیتیں، فرانس اور گلیڈسٹون کی قلبی خواہشیں پھولی اور پھل لانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ اس ایک زبان اسلام پر بتیس مسیحی دانتوں سے خوب زور آزمائی کی گئی۔ ہر ایک نے طرح طرح کی دھمکیوں اور قسم قسم کی قوتوں سے اس کو دبانا شروع کیا اس کے بنے بنائے مکمل ڈیڈرنات (جنگی جہاز) جن کو اس نے اپنے خون سے بنوایا تھا اپنی قوم پر فاقے گوارا کر کے جیلوں سے کروڑہا پونڈ نکلوا کر تیار کرائے تھے برطانیہ نے عمداً چھین لیے۔ پھر ہر محاذ پر قوت جنگی جمع کر دی۔ (اسیرانِ مالٹا ص ۹۰ بحوالہ سفرنامہ اسیر مالٹا ص ۷)

ترکوں کے خلاف منصوبہ کا ایک جزو تھا ''عربوں کی بغاوت ترکوں کے خلاف'' چنانچہ عربوں میں قومیت کا احساس پیدا کیا گیا اور موقع بموقع اس کو بڑھایا گیا۔ اس جنگ کے زمانہ میں خدا جانے کتنے انگریز ہوں گے جو

تقریروں اور تحریروں سے عربوں کے جذبۂ قومیت کو اُبھار رہے ہوں گے۔ ان میں کرنل لارینس زیادہ مشہور ہے جس نے اسلام قبول کر کے اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا تھا، فصیح عربی میں اس کی شعلہ بار تقریریں عربوں کو مسخر کر لیتی تھیں۔ بہر حال یہ کوششیں کامیاب ہوئیں، عربوں میں ترکوں کے خلاف جذبات پیدا ہوگئے۔ ''شریفِ مکہ'' کی بغاوت اسی کا کڑوا پھل تھا لیکن جب شریف مکہ نے بغاوت کی تو سب عرب اس کے ساتھ ہوگئے۔

اہلِ مدینہ ترکوں کے خلاف بغاوت میں کیوں شریک نہ ہوئے :

البتہ مدینہ منورہ کے لوگ ترکوں کے وفادار رہے اس کی بڑی وجہ وہ سیاسی بصیرت تھی جو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے تلامذہ میں پھیلی ہوئی تھی وہ اسے شاطرانِ یورپ کی جنگ زرگری سمجھتے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ آخر تک ترکوں کے وفادار رہے۔ ان کی وفاداری ناقابلِ برداشت تھی۔ ان پر غلہ بند کر دیا گیا حتی کہ حرمِ رسول ﷺ میں ہزاروں مجاور فاقہ کشی کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ (ماخوذ از اسیرانِ مالٹا ص ۹۰)

حضرت مدنی قدس سرہ کی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے بے مثال عقیدت :

۱۳۳۰ھ میں جب آپ ہندوستان آئے اور چند ماہ قیام کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوگئے تو یہی وہ زمانہ تھا جب انقلاب کی خفیہ تحریکیں ہندوستان میں جاری تھیں اور جنگ یورپ کا میدان تیار ہو رہا تھا۔ آپ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے : ''پہلے میں تشدد والی انقلابی پارٹی میں شریک تھا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ہمارے امام تھے۔ اسی سلسلہ میں مالٹا کی اسیری کا واقعہ پیش آیا۔'' (مکتوب نمبر ۱۳۳ ص ۲۷۹ جلد اول و مکتوب نمبر ۳۶ جلد دوم ص ۱۵۲)

حضرت شیخ الہند قدس سرہ ۲۹ رشوال ۱۳۳۳ھ ۱۰ رستمبر ۱۹۱۵ء کو حجاز مقدس روانہ ہوئے تحریک کے کاموں کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور جزوی اُمور حضرت مولانا احمد اللہ صاحب پانی پتی کے حوالہ فرمائے۔ حکومت یوپی نے وارنٹ جاری کر دیا تھا مگر کثیر ہجوم کے باعث جو ہر جگہ رہا سبی تک بھی گرفتاری نہیں ہوئی حتی کہ بمبئی میں انتہائی ہجوم رہا، حکومت یوپی کا تار بمبئی پہنچا تو حضرت کا جہاز جدہ کے لیے روانہ ہو چکا تھا پھر گورنر یوپی نے مرکزی حکومت کے توسط سے عدن اتارنے کے لیے تار دیا۔ یہاں تار دینے والے ڈاکٹر انصاری کے آدمی تھے۔ انھوں نے تار دینے میں اتنی تاخیر کر دی کہ جہاز عدن سے روانہ ہو گیا پھر جہاز کے کپتان کو تار دیا گیا مگر حکومت حجاز اس وقت حجاج کو جزیرہ سعید میں اتار لیتی تھی۔ وہاں تار اس وقت پہنچا کہ حضرت سرزمین حجاز پر اتر چکے تھے۔ بمبئی میں حضرت کے رفقاء سے کہہ دیا گیا تھا کہ آٹھ دس آدمی سی آئی ڈی کے ہیں (انہیں ترکی حکومت نے زیرِ حراست حج کرا کر واپس بھیج دیا)۔ ۲۷ ر ذی قعدہ کو آپ جدہ سے روانہ ہو کر

۲۸ ر ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ ۹ ر اکتوبر ۱۹۱۵ء کی شام مکہ مکرمہ پہنچے۔ حافظ عبدالجبار علی جان دہلوی کی معرفت جن کا خاندان حضرت سید احمد شہیدؒ اور بعد میں اب تک مجاہدین ستھیانہ سے تعلق رکھتا تھا گورنر حجاز سے ملاقات فرمائی اس نے ہر قسم کی تحریرات دیدیں جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہوئیں (گورنر کا نام غالب پاشا تھا)۔ ایک تحریر گورنر مدینہ منورہ بصری پاشا کے نام ایک ترکی انور پاشا (استنبول) کے نام تھی۔ آپ کے استنبول جانے کے بجائے آپ جب مدینہ منورہ ۶ رمحرم ۱۳۳۴ھ کو پہنچے تو وہاں انور پاشا اور جمال پاشا آئے ہوئے تھے ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے مزید تحریرات دیں اپنی طرف سے امداد واعانت کا وعدہ تھا اور ہر شخص کو جو ترکی رعیت یا ملازم ہو حکم تھا کہ مولانا محمود حسن صاحب پر اعتماد کرے اور ان کی اعانت میں حصہ لے۔ آپ نے انور اور جمال پاشا سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھے براہِ ایران یاغستان پہنچادیں، جمال پاشا نے جواب دیا کہ ہم اس وقت اس سے عاجز ہیں روس نے ایران کے راستہ کو اور انگریز نے عراق کے راستہ کو کاٹ دیا ہے جس کا اصل مقصد ہے کہ ترکی اور افغانستان میں مواصلات نہ رہیں۔ ایران میں روسی فوجیں داخل ہوکر سلطان آباد پر اور عراق میں انگریزی فوجیں کوت العمارہ پر جنگ کر رہی ہیں کوئی اطمینان بخش صورت ہمارے قبضہ میں نہیں ہے آپ کو ہندوستان ہی کے راستہ سے یاغستان جانا چاہیے۔

غرض مدینہ منورہ میں شریفِ مکہ کی علانیہ بغاوت کے جاری ہوجانے کے امکانات ختم ہوگئے تو شریف حسین نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور ان کے رفقاء کار کو گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالہ کردیا اس وقت حضرت طائف سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے یہ ۶ رشوال ۱۳۳۴ھ کا واقعہ ہے۔ چونکہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی ترکوں کو کافر نہیں کہتے تھے اور ترکوں کے سلطان کو خلیفۃ المسلمین اور اس کے خلاف بغاوت کو ناجائز سمجھتے تھے انگریزوں اور انگریزی چیزوں اور یورپین تہذیب سے آپ کو نفرت تھی اس لیے وہ بھی مجرم تھے اور یہی نظریات شریفی حکومت کی نظر میں باغیانہ جرائم تھے حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں :

> پولیس کا آدمی مجھ کو اور وحید کو بلانے کے لیے پہنچا۔ وحید (حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بھتیجے) موجود نہیں تھا مجھ کو حمید یہ میں لے گئے کمشنر پولیس نے مجھ کو کہا کہ "تو انگریزی حکومت کو بُرا کہتا ہے اب اس کا مزہ چکھ" اور قید خانہ میں بھیج دیا۔

اس کے بعد عشاء کے قریب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو حراست میں لیا گیا اور اُونٹوں پر سوار کرا کر مسلح گارد کی حفاظت میں جو ساٹھ اونٹوں پر لدی ہوئی تھی جدہ روانہ کردیا گیا۔ حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں :

> مجھ کو قید خانہ میں کوئی حالت صبح تک معلوم نہ ہوئی صبح کو جب احباب ملنے آئے تب معلوم

ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد سید امین عاصم صاحب کے بھانجے زادہ سید احمد جعفری آئے اور کہا کہ سید صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے تیرے چھڑانے کے لیے بہت کوشش کی مگر چونکہ شریف بہت خفا ہے اس لیے کم از کم آٹھ دس دن تک تجھ کو قید خانہ میں رہنا پڑے گا میں نے کہا کہ چونکہ میں مدینہ منورہ سے فقط مولانا کی خدمت کے لیے نکلا ہوں اس لیے مجھ کو خدمت میں رہنا ضروری ہے۔

تفصیل کے ساتھ واقعات ''سفر نامہ شیخ الہند'' اور نقشِ حیات'' میں تحریر ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنیؒ کے اس اخلاص کو قبول فرمایا اور ''مالٹا'' میں قید میں بھی ساتھ ساتھ رہنا نصیب فرمادیا۔ اور آپ ہی کی طرح کچھ اور حضرات کی بھی یہی خواہش تھی وہ بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مالٹا پہنچا دیئے گئے۔ ان میں سے اس وقت بھی بفضل خدا حضرت مولانا عزیر گل صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ سخاکوٹ میں تشریف فرما ہیں۔ ۱

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غیر موجودگی میں اس کارِ عظیم کے لیے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ کو انتخاب فرمایا آپ ان کی نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے حتی کہ دنیا سے رخصت ہوگئے جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں قید تھے۔

جانشینِ شاہ عبدالرحیم صاحب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمھما اللہ رحمۃ واسعۃ نے لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب مرحوم کے یہاں قیام کے دوران بیان فرمایا کہ ہم سے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے بوقت وفات ارشاد فرمایا کہ جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کرنا کہ ہم ہر خدمت کے لیے تیار ہیں۔ (حامد میاں غفرلہٗ)

یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی ابتدائی تعلیمی و سیاسی اور ابتدائی سلوک و تصوف کے حالات تھے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق مع اللہ، اتباعِ سنت اور تبحرِ علمی :

راقم الحروف نے جب سے ہوش سنبھالا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے یہی سنا کہ آپ دو باتوں پر سب سے زیادہ زور دیتے ایک تعلق مع اللہ پر دوسرے اتباعِ سنت پر اور اپنی تقریر و مواعظ میں احادیث صحیحہ بیان فرماتے تھے اور علماء سے یہی فرماتے تھے کہ صحیح احادیث کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہے کہ کمزور یا غلط اور بے سند روایات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ان تینوں باتوں پر عمل مشکل ہے۔ پہلی دو چیزوں پر عمل تو خدا کے خاص ہی بندے کر سکتے ہیں ورنہ دامنِ استقامت چھوٹ جاتا ہے اور تیسری بات وسعتِ علمی چاہتی ہے۔

---

۱ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ/ ۱۶ نومبر ۱۹۸۹ء بروز جمعرات حضرتؒ رحلت فرماگئے۔ محمود میاں غفرلہٗ

بزرگانِ دین سب ہی متبع سنت ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ انھیں رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت ہوتی ہے اور آپ کا اتباع ہی سچی اور جھوٹی محبت کی کسوٹی ہے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں اسی مفہوم کا ایک باب باندھا ہے باب علامة حب اللّٰہ اور دلیل میں قرآن حکیم کی آیت ان کنتم تحبون اللّٰہ فا تبعونی ''یعنی اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو'' لائے ہیں اس ترجمۃ الباب کا دوسرا نسخہ باب علامة الحب فی اللّٰہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ کسی سے محض اللہ کے لیے محبت کرنا اس محبت کے سچی ہونے کی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے۔

آپ نے اپنے لیے چمڑے کے تکیے تیار کرا رکھے تھے۔ دونوں وقت کھانا، ناشتہ ظہر بعد کی چائے میں سب مہمانوں کے ساتھ ہوتے تھے ایک برتن میں سنت کے مطابق کھاتے تھے گول دسترخوان تیار کرا رکھے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی ایک ایک برتن میں کھائیں۔

آپ کا لباس سنت کے مطابق تھا حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھر درا لباس پہنا کرتے تھے کان یلبس الخشن آپ کی اچکن بھی گاڑھے کی ہوتی تھی (اگر چہ وہ گاڑھا اچکن کی وضع کا ہوتا تھا)۔ کپڑوں کی وضع وہ ہوتی تھی جو علماء نے لباس نبوی کے بارے میں طے کی ہے۔ وفات تک اسی کے پابند رہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ (عمدہ) لباس کی مخالفت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں جو واقعات دیئے ہیں ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں باریک کپڑے پہننا ایک قابلِ مسئولیت امر تھا۔ گویا عمدہ لباس ان کی نظر میں آرام طلبی اور.......... کی طرف ایک قدم تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ طریقۂ نقشبندیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حضرات عزیمت پر عمل کرتے ہیں اس کا مطلب یہی ہے کہ دو کاموں میں جو افضل اور اولیٰ ہو اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی خصوصیت اکابر دیوبند میں سے ان حضرات میں نمایاں رہی ہے۔ ورنہ عمدہ قسم کا کپڑا استعمال کرنا بھی شرعاً جائز اور بالکل درست ہے۔ اور اکابرینِ حلقۂ دیوبند ہی میں ایک کثیر تعداد اس پر عمل کرتی رہی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود عمدہ قسم کا کپڑا استعمال فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے اذا اشار اشار بکفه یعنی جب آپ ﷺ کسی طرف اشارہ فرماتے تھے تو ایک انگلی سے نہیں بلکہ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے سب انگلیوں سمیت سیدھے ہاتھ سے۔

دورانِ درس :

دیوبند میں درسِ حدیث کے وقت ہم نے دیکھا کہ آپ نے جب بھی کسی کی طرف اشارہ کیا تو اسی طرح کیا اور

ہمیں اس حدیث کی عملی تفسیر دیکھنے کو ملی گویا دن رات کی عام عادات میں بھی آپ سعی اتباع سنت فرماتے تھے اور شریعت کی یہی تعلیم ہے تاکہ انسان کا رہنا سہنا بھی سب عادت ہو جائے۔

ایثار و توکل کی تعلیم :

آپ کی باہر کی زندگی اور گھریلو زندگی دونوں ہی سنت کے موافق اور مامور بہ میں افضل حالت پر مشتمل تھیں۔ ایک دفعہ گھر میں آپ نے بڑی صاحبزادی صاحبہ کو زیور بنوا کر دیا اور عوتوں کو زیور سے انس ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کافی دنوں پہن لیا اب یہ فلاں (مستحق عورت) کو دیدو انھوں نے وہ دے دیا اس طرح آپ کی گھریلو زندگی کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے کہ بچی کا شوق بھی پورا فرمادیا پھر ان کی تربیت بھی فرمائی کہ اپنی ہی طرح ایثار کی عادت کا سبق دیا اپنی ہی طرح فیاضی سکھائی دنیا سے بے رغبتی آخرت کے لیے سامان اور آئندہ کے لیے خدا کی ذات پر توکل کی تعلیم دی۔

بیعت اور پردہ کی پابندی :

آپ کے گھر میں کوئی آئے یا آپ خود کہیں تشریف لے گئے ہوں کبھی عورتوں سے بے پردگی نہیں ہونے دی اپنے گھر میں اور باہر عمل یکساں تھا۔ انہیں بیعت بھی اسی طرح فرماتے تھے کہ درمیان میں پردہ ہوتا تھا اور کوئی دراز کپڑا لے لیا جاتا تھا جس کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور دوسری جانب عورتوں میں ڈالدی جاتی تھی کہ وہ اسے پکڑلیں۔ آپ زبان سے کلمات ارشاد فرماتے جاتے تھے اور وہ دہراتی جاتی تھیں۔

حدیثِ پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہی نقل فرماتی ہیں :

ولا واللّٰہ ما مست یدہ یدامرأ ۃ قط فی المبایعة ما بایعهن الا بقوله قد بایعتك علی ذالك (بخاری ص۷۲۶)

بیعت میں وہی کلماتِ احکام بیشتر استعمال ہوتے ہیں جو سورۂ ممتحنہ میں آئے ہیں یہ اختیار ہوتا ہے کہ شیخ کسی خاص گناہ نہ کرنے کے عہد کا بھی کلماتِ بیعت میں اضافہ کردے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال میں ''ساڑی'' نہ پہننے کے عہد کا اضافہ فرمایا تھا تاکہ ہندو عورتوں سے تشبہ نہ رہے۔

مرد ہو یا عورت بیعت میں کوئی ضروری نہیں کہ کپڑا پکڑایا جائے زبانی ہی زبانی کلمات دہرانے سے بھی بیعت ہوتی ہے اور خط و کتابت سے بھی ہوتی ہے۔

اگر ایک ایک مرد بیعت ہو رہا ہو تو اس کا ہاتھ ہاتھ میں لیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔

کلماتِ بیعت :

بیعت کے وہ کلمات جو "بیعتِ عقبہ" کے موقع پر احادیث میں صلح حدیبیہ کے بعد قرآن کریم میں آئے ہیں ان ہی پر آپ بیعت لیا کرتے تھے اگر کسی جگہ کسی غیر شرعی کام کا رواج ہوتا تھا تو اسے ختم کرنے کے لیے بیعت لیا کرتے تھے جیسے بنگال میں "ساڑی" کا رواج ختم کرنے کے لیے اس کے مناسب کلمات کا اضافہ فرما دیا تھا۔ حضرت عمر بن العاص، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیعت میں اور الفاظ تھے، بعض دفعہ بیعت توبہ بھی ہوئی ہے اس سلسلہ میں پہلی اُمتوں میں ایک قاتل کے بیعت توبہ کا ذکر آتا ہے اور غزوۂ تبوک میں جو لوگ نہیں گئے تھے ان کے بارے میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انھیں بیعت فرمایا و استغفر لھم فبا یعھم و استغفر لھم۔ (بخاری ص)

ان روایاتِ صحیحہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں جو احادیث مقدسہ میں آئی ہیں اور یہ "بیعتِ جہاد" کے علاوہ ہیں۔ بیعت تسلیم خلافت بھی چلی آرہی ہے وہ سب صحابۂ کرام کا طریقہ رہی ہے حدیث کی سب کتابوں میں یہ روایتیں موجود ہیں۔

بیعت کی اصل :

قرآن کریم میں جہاد کے سوا، بیعت کا ذکر سورۂ ممتحنہ میں آتا ہے۔

نیز اس قاعدہ سے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص مورد کا نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف ص ۶۴۸ و ص ۶۷۸) [۲]

آیت مبارکہ ان الذین یبایعونك میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں جہاد کی فرضیت سے پہلے بھی بیعت کا ذکر آتا ہے۔ ہجرت سے قبل کم از کم تین بار ایسا ہوا ہے کہ مدینہ منورہ میں پہنچے ہوئے صحابۂ کرام کی تبلیغ سے جو حضرات داخلِ اسلام ہوئے وہ حج کے موقع پر مکہ معظّمہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کے مقام عقبہ پر رات کی تنہائی میں ملے، یہ بیعت نیک کاموں کے لیے تھی ان میں ایک صحابی حضرت عبادہؓ ہیں وہ اس وقت کے بیعت کے کلمات بھی ارشاد فرماتے ہیں :

---

[۲] بخاری شریف کے صفحہ ۶۴۸ کے حوالہ سے حضرت ؒ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کو حضرت عبداللہ بن معقلؓ نے حضرت کعب بن عجرہؓ سے نقل کیا ہے وہ فدیہ کا ذکر فرمانے کے بعد حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں فنزلت فی خاصة وھی لکم عامة فدیہ کے متعلق یہ کلمات اگرچہ خاص ان کے متعلق ہیں مگر باقی اُمت کے لیے بھی عمومیت کے ساتھ فدیہ کا یہی حکم ہوگا اور ص ۶۷۸ سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں ایک صاحب نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر اپنے سے صادر ہونے والے ایک گناہ کی تلافی کے بارے سوال کیا تو قرآن پاک کی آیت واقم الصلٰوۃ طرفی النھار ..... الآیة نازل ہوئی تو ان صاحب نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا الی ھذہ قال لمن بھا من امتی یعنی یہ آیت خاص میرے ہی لیے ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا جو بھی میری اُمّت میں سے ایسا کرے اس کے لیے بھی یہی ہے۔ محمود میاں غفرلہ

بیعت کی حدیث :

(اخبرنی) ابوادریس عائذ اللّٰہ ان عبادۃ بن الصامت من الذین شھد وابد رامع رسول اللّٰہ ﷺ ومن اصحابہ لیلۃ العقبۃ اخبرہٗ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال وحولہ عصابۃ من اصحابہ تعالوا بایعونی علٰی ان لا تشرکوا باللّٰہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأ توا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصو نی فی معروف فمن وفی منکم فاجرہ علی اللّٰہ .

حضرت عبادۃؓ ہی سے بخاری شریف میں اس سے آگے دوسری حدیث شریف میں آتا ہے :

انی من النقباء الذین بایعوا رسول اللّٰہ ﷺ وقال بایعناہ علی . (الحدیث) .

(بخاری شریف ص ۵۵۰)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ کی تعریف ان کلمات سے کی تھی :

انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق.

آپ صلۂ رحمی فرماتے ہیں اور ضعیف و بے روزگار آدمی کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں ۔مہماں نوازی فرماتے ہیں اور آفات سماویہ کے مصیبت زدگان کی امداد فرماتے ہیں۔

اور بخاری شریف ہی میں جو اِبی بکر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن الدَّغِنَہ کے الفاظ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بعینہ یہی آتے ہیں اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی طبیعت مبارکہ نے رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے کامل ترین مناسبت پائی تھی ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوصاف اوصافِ کمالیہ کی جڑ ہیں باقی اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نظریہ کفار میں بھی شاید تعلیمات انبیاء کرام کی بقایا میں چلا آرہا ہو جسے اسلام نے بھی درست قرار دیا اور اگر چودھویں صدی میں اپنی رسائی کے مطابق ان محاسنِ کریمہ کی ایسی جامع شخصیت دیکھنی چاہیں جس میں یہ اوصاف کمال درجہ کے پائے جاتے ہوں تو وہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت ہے۔

اسی لیے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ قطب ارشاد پاکستان فرماتے تھے کہ ''میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ دنیا میں حضرت مدنی قدس سرہ جیسا کوئی بزرگ جامع کمالات نہیں ہے۔'' اور کبھی وہ یہ جملہ ایک تمہید

کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اولیاء اللہ کو (باطنی نظر سے دیکھنے کا شوق ہے اور میں حج کے موقعہ پر جب ساری دنیا سے اولیاء کرام وہاں جمع ہوجاتے ہیں مسجد میں بیٹھ کر (بنظر کشفی) دیکھتا ہوں ان میں میں نے حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کوئی نہیں دیکھا اس لیے میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں الخ

سخاوت وشجاعت :

حدیث پاک میں متعدد جگہ آتا ہے : **کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس و اشجع الناس** رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی سخاوت تو اس درجہ تھی کہ ہر کس وناکس جانتا ہے۔ مختصراً اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ **کاد ان یکون لاء ہ نعم** کہ گویا انکار جانتے ہی نہ تھے اپنے آپ قناعت سے رہنا پسند تھا اور دوسرے سائلین کے لیے سخاوت۔

سخاوت ہی کی قسم ہے عفو و درگزر وہ اس درجہ زیادہ تھا کہ جانی دشمنوں نے بھی جب معافی چاہی تو آپ نے معاف فرمادیا۔

۴۶ء و ۴۷ء میں آپ کے ساتھ جگہ جگہ غنڈہ گردی اور توہین آمیز سلوک کیا گیا تھا جو لوگ پیش پیش تھے وہ طرح طرح کے آلام کا شکار ہوئے۔ موقع ہوا تو بطور عبرت ہم چند عبرت انگیز واقعات دیدیں گے جو طبع ہوچکے ہیں اس وقت تو صرف یہ کہنا ہے کہ ایک دفعہ ایک اسی قسم کے شخص نے ہوائی اڈہ پر یہ تلاش شروع کی کہ کوئی شخص دہلی جانے والا ہے ایسا آدمی ملنے پر اس نے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کا یہ پیغام حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) تک پہنچا دے گا کہ میں وہ ہی شخص ہوں جس نے ایسا ایسا سلوک کیا تھا اور اسے اس کی پاداش میں یہ یہ سزا مل چکی ہے اب معافی چاہتا ہوں وہ پیغام لانے والا شخص حضرت استاذ الاساتذہ شیخ الفقہ والادب مفتی دار العلوم دیوبند و نائب ناظم تعلیمات وخازن دار العلوم دیوبند مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ سے ملا اور ایسے انداز میں حال سنایا کہ وہ بہت متاثر ہوئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عشاء کے قریب حاضر ہوئے واقعہ اور پیغام عرض کر کے سفارش کی کہ اسے معاف فرمادیا جائے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے سب اہلِ مجلس بھی بالکل خاموش رہے حضرت شیخ الادب نے کچھ وقفہ کے بعد مہر سکوت توڑی اور دوبارہ سفارش فرمائی کہ حضرت تو بڑے بڑے لوگوں کو معاف فرماتے رہتے ہیں اور معاف فرمانا جناب کی عادت ہے اس دفعہ حضرت نے جواباً فرمایا معاف کیا۔

یہی واقعہ ہے یا دوسرا اس سے ملتا جلتا واقعہ وہ کتاب ''حیرت انگیز واقعات'' میں ص ۴۸ و ۵۲ پر ذکر کیا گیا ہے۔

و تبتل الیہ تبتیلا (قرآن حکیم) آپ کا عمل اس آیت کی تفسیر تھا :

ایک دفعہ اہلیہ محترمہ نے صاحبزادی کے نکاح کے سلسلے میں انتظام کرنے کی طرف توجہ دلائی اثناء گفتگو زبان سے یہ جملہ بھی نکلا کہ کیا آپ کو کوئی تعلق نہیں ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا ''مجھے سوائے اپنے اللہ کے اور کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے بندوں سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ میں قیامت میں مواخذہ سے بچ جاؤں۔'' اس کے بعد ان کا عقد نہایت درجہ سادگی سے کیا جیسے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرامؓ کا طریق تھا۔

یہ تو آپ نے اہلیہ محترمہ سے دل کی کیفیت بتلائی اور عمل یہ تھا کہ ان صاحبزادی ''ریحانہ'' صاحبہ کو پیار میں کبھی چاند اور کبھی سورج فرماتے تھے یہ آپ کی پہلی ہی صاحبزادی تھیں جن کا عقد ہو رہا تھا ان سے اتنا زیادہ تعلق تھا کہ جیل سے بھی ان ہی کے نام بیشتر خطوط اور کبھی تحائف کے پارسل ارسال فرماتے رہتے تھے۔ (ملخصاً از واقعات ص ۷۵)

اپنے لیے تعظیماً کھڑا ہونا سخت ناپسند تھا اگر لوگ نہیں مانتے تھے تو آپ اسی طرح کھڑے رہتے تھے اور لوگوں کو بٹھا کر پھر بیٹھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال فرمایا کرتے تھے **لا تقوموا لی کما یقوم الا عاجم.**

بدن دبوانا پسند نہیں تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جب آپ زیادہ تھکے ہوئے ہوتے تھے تو خصوصاً منع فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری نظر سے کوئی حدیث ایسی نہیں گزری جس میں رسول اللہ ﷺ سے بدن دبوانا ثابت ہو۔

مرض وفات کے دوران کمزوری کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بغیر سہارا بیٹھ نہ سکتے تھے مگر غذا کے وقت تکیہ سے ضرور علیحدہ ہو جاتے تھے سب اہلِ خانہ کا اصرار ہوتا کہ ٹیک ہی لگا کر کھانا تناول فرمالیں مگر صاف فرما دیتے نہیں بھائی یہ سنت کے خلاف ہے اور پھر ٹیک لگائے بغیر غذا تناول فرماتے۔ (واقعات ص ۷۴ ملخصاً)

مولانا فرید الوحیدی صاحب جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پوتے ہوتے ہیں (ان کے والد مولانا وحید احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ حضرت کے سگے بھتیجے تھے۔ (حضرت مولانا صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے جو حضرت کے بڑے بھائی تھے) اور مولانا وحید اسارت مالٹا میں بھی ساتھ رہے تھے) تحریر فرماتے ہیں :

> خواتین کو بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک لمبا کپڑا عمامہ وغیرہ کا لے کر ایک سرا خود پکڑتے اور دوسرا سرا پس پردہ سے خاتون پکڑتیں پھر کلماتِ بیعت تلقین فرماتے۔

خواتین کی درخواستیں اور پریشانیاں عموماً اہلِ خانہ کے واسطے سے سنتے اور جوابات، دعائیں، مشورے یا تعویذ دیتے۔ دیہاتی عورتیں کبھی کبھی اہلِ خانہ کی نظر سے بچ کر مطالعہ گاہ تک پہنچ جاتی تھیں تو آپ دوسری طرف رخ پھیر لیتے تھے اور موجود خادم بچہ اہلیہ محترمہ یا صاحبزادیوں کو آواز دیدیتے تھے اور یہ صورت ختم ہو جاتی تھی (واقعات ص ۷۴ و ص ۷۵ ملتقطا)

مولانا فرید الوحیدی صاحب اور ان کے بہن بھائیوں اور والدہ سب ہی کا تکفل اعلیٰ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ تھا۔ اس طرح یہ حضرات گویا گھر کے ہی ایک فرد تھے۔

داڑھی نہ رکھنے پر خفگی :

وہ فرماتے ہیں ''گھر میں شریعت کی پابندی کا بے حد لحاظ رکھتے اور سب ہی افرادِ خاندان کو تاکید بلکہ ضرورت کے وقت تنبیہ فرماتے رہتے اس باب میں کسی کی ادنیٰ رعایت بھی ملحوظ نہ تھی ۔ میری ہمشیرہ عزیزہ صفیہ خاتون کے شوہر ضیاالحسن صاحب فاروقی لیکچرار جامعہ ملیہ کالج جو آج کل ڈاکٹریٹ کے لیے کینیڈا گئے ہوئے ہیں انہوں نے شادی کے بعد داڑھی صاف کرادی رشتہ نازک اور حضرت فی الجملہ ہمشیرہ مذکورہ کی خاطر بھی عزیز رکھتے تھے اس کے باوجود موصوف سے خفا ہو گئے اور جب انھوں نے داڑھی رکھ لینے کا وعدہ کیا تو خوش ہوئے اور دعا کرنے کا وعدہ کیا۔ (واقعات ص ۷۵)

داڑھی نہ رکھنے پر ناراضگی آخری دور میں شدید ہوگئی تھی اگر کوئی یہ عذر کرتا تھا کہ داڑھی سے ترقی میں رُکاوٹ ہوتی ہے تو فرمایا کرتے تھے کہ سکھوں کو کیسے ترقی ہو رہی ہے داڑھی سے ان کی ترقی میں کیوں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۲ قسط نمبر۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

رویائے صالحہ و کرامات :

ارشاد رسول ''ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات'' رویائے صالحہ کی عظمت و اہمیت کا واضح ثبوت ہے خصوصاً جبکہ ان کا تعلق ذاتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے ہو۔ مندرجہ بالا عنوان کے تحت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان رویائے صالحہ کو یک جا کر دیا گیا ہے جن کا تذکرہ آپ نے اپنی خود نوشت سوانح ''نقشِ حیات'' میں فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ''نقشِ حیات'' میں تحریر فرماتے ہیں :

(۱) مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جب قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جا رہا تھا رات کو اُونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلٰوۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں پر گر گیا۔ آپ نے میرا سر اُٹھا کر فرمایا ''کیا مانگتا ہے''۔ میں نے عرض کیا ''جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کو سمجھنے کی قوت ہو جائے'' تو فرمایا ''تجھ کو دیا''۔

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں :

بہر حال مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں سلسلہ رویائے صالحہ وغیرہ بکثرت جاری رہا مگر اس وقت لکھنے اور ضبط کرنے کا خیال نہیں ہوا، خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام اولیاء عظائم ائمہ فخام اور جناب باری عز اسمہ کو

بار ہا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، چونکہ قلمبند کرنے کی نوبت نہیں آئی اس لیے بلا ترتیبِ زمانہ جس قدر یاد ہے لکھتا ہوں۔

(۲) ایک مرتبہ دیکھا کہ آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف کے شمالی دروازہ باب مجیدی کے باہر بجانب شمال منہ کیے ہوئے (قبلہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا بجانب جنوب ہے) مسجد سے نکل کر کھڑے ہیں اور آپ کے لپ (دونوں ہاتھوں کا مجموعہ) میں میٹھے کدو (جس کو کہنڑا اور عرب میں دُبّائے رومی کہتے ہیں) کے بیج بھرے ہوئے ہیں۔ میں سامنے سے حاضر ہوا جب میں قریب پہنچا تو آپ نے لپ کو نیچے سے کھول دیا کچھ بیج نیچے کو گرے تو میں نے دامن میں لے لیے ان کی مقدار تقریباً تیس عدد تھی۔

(۳) دیکھا کہ مسجد شریف میں منبر شریف کے سامنے مکبّریہ کے نیچے لیٹا ہوں اور مجھ پر سبز شال پڑی ہے اور ایک شخص یہ کہتا ہے کہ ترے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں اس کی تعبیر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اتباعِ سنت سے دی تھی۔

(۴) دیکھا کہ ایک جگہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ لاش مبارک سفید کفن میں قبر کے پاس باہر ہے کفن کھلا ہوا ہے چہرۂ مبارک نہایت تروتازہ گورا گورا اور تمام جسم مبارک بھی تروتازہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چت سو رہے ہیں۔

(۵) دیکھا کہ روضۂ مطہرہ (وہ حجرۂ مطہرہ جس میں قبر مبارک ہے) اس کی جنوبی دیوار کی جڑ میں ایک پختہ خندق تقریباً ڈیڑھ دو ہاتھ گہری اور کئی گز لانبی بنی ہوئی ہے جس کی لمبائی دیوار کی جڑ سے متصل سر مبارک کی طرف سے پاؤں کی طرف کو چلی گئی ہے اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر لانبی جھاڑو سے اس میں جھاڑو دے رہے ہیں۔ میں ایسی ہی لانبی جھاڑو لے کر پہنچا تو وہ لوگ ہٹ گئے میں نے تمام خندق میں جھاڑو دی اور پانی ڈال کر پانی کو جھاڑو ہی سے صاف کیا میں جھاڑو سے پانی کو صاف کرتا ہوں اور صاف کردہ جگہ میں پانی خشک ہوتا جاتا ہے پھر دیکھتا ہوں کہ اس میں رُومی قالین خوش رنگ بچھ گئے ہیں خندق کے آگے بجانب قبلہ قبر شریف کی طرف چہرہ کیے ہوئے کچھ لوگ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہیں۔

(۶) دیکھا کہ باب السلام سے (مسجد نبوی کا سب سے بڑا دروازہ جو بجانب مغرب واقع ہے) مسجد میں داخل ہوا، اور حجرۂ مطہرہ کی طرف جا رہا ہوں اور جناب رسول اللہ ﷺ قبر مبارک پر ایک کرسی پر رونق افروز ہیں قبلہ کی طرف آپ کا چہرۂ مبارک ہے۔ میں داہنی جانب سے حاضر ہوا جب میں بالکل قریب پہنچا تو آپ نے مجھ کو چار چیزیں عطا فرمائیں ان میں سے ایک علم ہے باقی تین اشیاء کو نہیں جانتا کہ کیا تھیں۔ اس کے بعد میں کرسی کے پیچھے سے ہوتا ہوا ایک باغ میں (جو کہ بجانب قبلہ آنحضرت علیہ السلام کے آگے تقریباً دس بارہ گز دوری پر واقع ہے) داخل ہوا۔ اس میں

میوہ دار درخت ہیں جن کی اُنچائی قد آدم سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہے ان درختوں کے پتے سیب کے پتوں جیسے ہیں اور ان میں پھل کالے کالے لگے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان درختوں میں سے پھل چن چن کر کھا رہے ہیں۔ میں نے بھی ان سیاہ پھلوں کو توڑ کر کھایا مقدار میں یہ پھل چھوٹے انجیر کے برابر تھے۔ مگر ان کا مزہ ان موجودہ پھلوں سے سب سے علیحدہ اور اس قدر لذیذ تھا کہ اس قدر لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھائے۔ اس کے بعد میں نے ایک درخت اسی باغ میں بڑے شہتوت کا دیکھا جس پر شہتوت لگے ہوئے ہیں جن میں کے پکے ہوئے پھل زرد رنگ کے ہیں میں نے ان میں سے پکے ہوئے شہتوت توڑے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کسی قدر ناساز ہے یہ شہتوت آپ کے واسطے لیے جارہا ہوں۔

نوٹ : میں نے اس خواب کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ حضرت معلوم نہیں کہ ان چار چیزوں میں سے جو کہ مجھ کو عطا فرمائیں علاوہ علم کے باقی تین کیا تھیں تو حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ بھی ملے وہ خیر ہی ہے۔

(۷) ایک روز ایک کتاب اشعار کی دیکھ رہا تھا اس میں ایک مصرعہ تھا۔

''ہاں اے حبیب رُخ سے ہٹا دو نقاب کو''

یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہ شریفہ میں بعد ادائے آداب وکلماتِ مشروعہ انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا حائل نہیں ہے اور آپ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔

(۸) جبکہ میں کراچی سے گنگوہ شریف کے قصد سے سفر کر رہا تھا اور گاڑی ملتان کے قریب چل رہی تھی خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور ہر دو صاحبان کے ہاتھ ایک کے دوسرے سے تشبیک کیے ہوئے ہیں (یعنی ہاتھوں کی انگلیاں باہم دگر پیوستہ ہیں)۔

(۹) میں نے خواب میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو ان سے دونوں ہاتھ ملا کر بیعت کی اور یہ الفاظ کہے **ابایعك علی مابایعت به النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**

(۱۰) دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ائمہ مذاہب اربعہ یا کہا کہ ائمہ طرق اربعہ تیرے لیے دُعاء کرتے ہیں کیونکہ تو اثناءِ درس میں جب کسی کا ذکر آتا ہے تو ان کے لیے رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے یا کہا کہ دُعاء کرتا ہے اور میں نے خواب ہی میں

دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف مقامات پر گردوپیش بیٹھے ہوئے ہاتھ اُٹھائے دُعاء کررہے ہیں۔

نوٹ : میں نے اپنی عادت ہمیشہ سے کر رکھی تھی کہ جب کسی پیغمبر کا اسم گرامی آئے تو **علیه و علی نبینا الصلوٰة والسلام** یا **علیه السلام** کہوں۔اور اگر کسی صحابی کا نام تنہا آئے تو **رضی اللّٰہ عنه** کہوں اور اگر سند حدیث میں دوسرے اکابر کے ساتھ آئے تو **رضی اللّٰہ عنه وعنهم** کہوں اور اگر ائمہ مذہب اور علماء و اولیاء سلف کا نام آئے تو **رحمهم اللّٰہ تعالیٰ** کہوں خواہ اپنے مذہب کے ہوں یا شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ہوں بشرطیکہ اہلِ سنت والجماعت ہوں۔

(۱۱) خواجہ ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک کرسی پر رونق افروز ہیں میں حاضر ہوا تو ایک کھجور کا تہائی حصہ مجھے عطاء فرما کر کہا کہ باقی دو حصے اور مشائخ کے ذریعہ سے پہنچائے جائیں گے۔

(۱۲) دیکھا کہ گیارہ بارہ اولیاء اللہ کبار مشائخ میں سے تشریف لائے ہیں اور سب نے اجازت بیعت عطاء فرمائی ہے۔

(۱۳) دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میں آسمان سے معلق ڈول لٹک رہے ہیں جن کے وہ تار جن سے آسمان تک ان کا علاقہ ہے میں دیکھ رہا ہوں اور وہ ڈول برابر یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور میں ڈولوں کو اُلٹتا ہوں تو مٹھائی زمین پر اقسام مختلفہ کی ڈھیر ہو جاتی ہے۔میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑا ڈھیر مٹھائی کا ہو گیا ہے اور لوگ اس کو وہاں کھا رہے ہیں۔

(۱۴) اس زمانہ میں (جبکہ خواب دیکھا ہے) التزام کرتا تھا کہ باوضو سویا کروں چنانچہ باوضو شب کو چھت پر سویا تھا اور یہ مکان بقیع شریف اور حجرۂ مطہرہ کے تقریباً درمیان میں واقع تھا۔نصف شب کے پہلے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھ کو امام زماں اور افسر حج بنائیں گے میں نے اس خواب کو شرم کی وجہ سے نہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اور نہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا اور اسی طرح والد صاحب مرحوم اور بھائی صاحب بلکہ غالباً سوائے حکیم فرزند علی صاحب مرحوم دہلوی (مہاجر مدینہ منورہ) کسی سے بھی ابھی تک ذکر نہیں کیا۔

(۱۵) دیکھا ایک بہت بڑا درخت ہے جس کی ٹہنیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی سایہ فگن ہیں اس درخت کی سب سے فوقانی سطح پر سمجھ رہا ہوں کہ جناب باری عزاسمہ جلوہ فرما ہیں۔ہیبت وجلال بے حد محسوس کر رہا ہوں اور کچھ اوپر سے ارشاد ہو رہا ہے (جس کی پوری تفصیل یاد نہیں رہی)۔

(۱۶) ایک روز مسجد نبوی کے اگلے حصہ کی محراب میں (جس کو محراب عثمانی کہا جاتا ہے۔جہاں حضرت عثمانؓ نماز پڑھاتے وقت کھڑے ہوتے تھے) ذکر کر رہا تھا کہ نیند آ گئی دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔

ان کو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوتا ہے کہ تم فنا ہو جاؤ۔ انھوں نے ایک برش پر جو کہ مثل اُلٹے طشت کے ہے اپنا سر فنا ہونے کے لیے رکھ دیا۔ اس خواب کو گنگوہ شریف لکھا تو جواب آیا کہ تیری نسبت عثمانی ہے اور اسی وجہ سے تو لوگوں سے حیاء کی بناء پر مسجد شریف چھوڑ کر جنگل میں ذکر کے لیے جاتا ہے۔

(۱۷) ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں مسجد شریف میں چار زانو بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز بائیں جانب تشریف فرما ہیں جناب رسول اللہ ﷺ داہنی طرف سے تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں کوئی کتاب ہے۔

اشارات اور خدائی امداد :

نوٹ : چونکہ عادت یہ تھی کہ اگر کوئی تکلیف یا مصیبت آنے والی ہوتی تھی تو اس قسم کا کوئی خواب دیکھتا تھا جس میں بجز معیت و امداد اور کوئی امر مفہوم نہیں ہوتا تھا تو مجھ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ وہ کونسی صعوبت ہے جس کے دفعیہ کے لیے ہر دو مقدس آقا تشریف ارزانی اور امداد فرما رہے ہیں۔ دو ہی چار روز گزرے تھے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آئے اور انہوں نے وہ عظیم الشان فتنہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ اور ہم سبھوں کے متعلق اُٹھایا کہ الامان والحفیظ مگر بفضلہٖ تعالیٰ وہ اور ان کی جماعت اس فتنہ میں جو کہ ہم سبھوں کے متعلق تھا کامیاب نہیں ہوئی اگرچہ اس کا اثر دیر تک کچھ نہ کچھ رہا۔

ان رویائے صالحہ کے علاوہ اور بھی رویاء واقع ہوئیں مگر مرورِ زمانہ کی بنا پر پوری یاد نہیں رہیں جن میں سے متعدد میں دودھ یا چھاچھ وغیرہ کا پینا بھی ہے۔

خواب احادیث اور اکابر کے اشارات کی روشنی میں :

اگرچہ حسب ارشاد نبوی (علیہ الصلٰوۃ والسلام) **ذهبت النبوة وبقيت المبشرات قالوا وما المبشرات يا رسول الله قال الرويا ء الصالحة يراها المؤمن او ترٰ ى له** اور حسب ارشاد علیہ السلام **من رأنى فى المنام فقد رأنى فان الشيطان لا يتمثل بى (او كما قال عليه السلام)** ان رویائے صالحہ سے بہت کچھ اُمّیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ حسب ارشاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر بعض اشیاء عالم مثال میں متحقق ہوتی ہیں مگر ان کا وجود اس قدر ضعیف ہوتا ہے کہ عالم شہادت تک پہنچتے پہنچتے وہ مضمحل ہو جاتی ہیں اس لیے اگرچہ رویائے صادقہ میں عالم مثال کی کوئی چیز دیکھی گئی ہے مگر بعض اوقات عالم شہادت میں وہ متحقق الوقوع نہیں ہوتی نیز ہر رویا کے لیے شروط و موانع وغیرہ ہوتے ہیں جو بسا اوقات دیکھنے والے کے ذہن سے جاتے رہتے

ہیں اس لیے ان کو متیقن الوقوع نہیں کہا جا سکتا۔ بناء بریں ان رویائے صالحہ وغیرہ پر کوئی یقین بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اوّلاً یہی امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ رویاء منجملہ رویائے صالحہ ہیں بھی یا نہیں کہیں خیالات مستقرہ فی القلب کا عکس تو نہیں ہیں یا کسی خلط کے غلبہ کا شگوفہ یا اضغاث احلام وغیرہ میں سے تو نہیں اور اگر رویائے صالحہ میں سے ہو تو بھی اس کا من کل الوجود محفوظ رہنا مشتبہ ہے پھر اگر محفوظ بھی مانا جائے تو تعبیر مشتبہ رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بجز انبیاء علیہم السلام کی رویاء کے کسی کا خواب شریعت میں حجت نہیں۔

کشف والہام کی حیثیت :

نہ کسی کا کشف اور الہام قابلِ احتجاج ہے ہاں اُمّیدیں باندھنا اور جناب باری عزاسمہ کی رحمتوں پر نظر رکھنا ہمیشہ بندوں کا فریضہ ہے **لا تقنطوا من رحمة اللّٰه** اور **انا عند ظن عبدی بی** جیسے ارشادات عالیہ بہت کچھ اُمّیدیں دلانے والے ہیں اگرچہ نہایت افسوس کے ساتھ مجبوراً یہ ظاہر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بداعمالی اور سوء احوالی اور آرام طلبی ونفس پروری وغیرہ ہر طرف سے مایوسی ہی دکھلا رہی ہے کیا عجب ہے کہ اکابر واسلاف کی جوتیوں کے طفیل میں مستقبل میں کسی وقت فضل وکرم خداوندی دستگیری فرمائے وماذالک علی اللّٰہ بعزیز۔

(۱۸) احمد آباد جیل میں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا ہے کہ جو رحمت خداوندی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف دنیا میں متوجہ کی گئی تھی وہ اب تیری طرف پھیر دی گئی۔

(۱۹) ایک مرتبہ ایک خواب بہت مفصل دیکھا جس میں سے اس قدر یاد ہے کہ میں حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضرت بہت زیادہ الطاف فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا حضرت مجھ کو اپنے ضمن میں لے لیجئے۔ غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا اور پھر اسی خواب میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی شرفِ حاضری حاصل ہونا دیکھا۔

(۲۰) ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آگیا کہ بہت غور وفکر اور حواشی وشروح کے مطالعہ سے بھی حل نہ ہو سکا سخت عاجز ہو کر حجرۂ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام ودرود عرض کیا تھوڑی ہی دیر میں سمجھ میں آگیا۔

(۲۱) (گنگوہ شریف میں) عصر کے بعد خدمت (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) میں قریب بیٹھ کر مشغولیت مراقبہ سے مجھ کو نہایت قوی اور بہت زیادہ فائدہ ہوتا تھا، چند دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی میدان میں وہ گولر جو صحن حجرہ میں تھا اور اس کے سایہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے کھڑا ہے اور اس میں گولر پکے ہوئے لگے ہیں کچھ لوگ ڈلے پھینک رہے ہیں تاکہ پکا ہوا گولر حاصل کریں، میں نے بھی یہی کوشش کی مگر کوئی گولر ہاتھ نہ آیا یکایک دیکھا

کہ ایک پکا ہوا گولر مع اس ٹہنی کے جس میں وہ لٹک رہا تھا خود بخود ٹوٹا اور لٹکتا ہوا نیچے اترتا ہوا آہستہ آہستہ میرے پاس آ گیا اور میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے اس خواب کو میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا فرمایا کہ ثمرہ مقصود ہاتھ آئے گا۔

ایک روز عشاء کے بعد دوسرے خدام کے ساتھ میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بدن دبا رہا تھا میں پشت کی طرف تھا دباتے دباتے آنکھ جھپک گئی تو دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ۴۰ دن گزرنے کے بعد مقصود حاصل ہوگا اس تاریخ کے ٹھیک چالیس دن گزرنے پر عصر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھائی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اپنے اپنے عمامے لے آؤ بھائی صاحب لے آئے حضرت نے ہر ایک سر پر اُس کا عمامہ باندھا۔ جس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے سر پر عمامہ باندھ رہے تھے مجھ پر زوردار گریہ طاری تھا اور اپنی کم مائگی اور خجالت کا شدید احساس تھا اس کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیسی دستار ہے! بھائی صاحب نے عرض کیا کہ دستارِ فضیلت ہے فرمایا کہ نہیں دستارِ خلافت ہے میری طرف سے تم دونوں کو اجازت ہے۔

(۲۲) ایک مرتبہ برقی کیفیت کے انوار پیش آئے حضرت رحمہ اللہ سے ذکر کیا تو وہ کیفیت بھی جاتی رہی ہاں یہ بہت پیش آیا کہ اپنے سامنے بدر یا تیز روشنی کی شمع یا دائیں جانب ایک ایک یا دو دو شمع بین النوم والیقظہ دیکھتا تھا جس کی تعبیر ظاہر ہے یہ حالت مدینہ منورہ میں بھی اور بعد میں احمد آباد جیل وغیرہ میں بھی کبھی کبھی رہتی تھی جس سے حضرت مرشد قدس اللہ سرہ العزیز اور جناب رسول اللہ ﷺ کی روحانی امداد معلوم ہوتی ہے (ماخوذ از نقشِ حیات)

گستاخی کا نتیجہ :

ایک مرتبہ مولوی بازار میں جلسہ ہو رہا تھا اس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے آپ کو دیکھ کر ایک اسٹوڈنٹ نے کچھ گالیاں دیں اور چل دیا راستے میں وہ دردِ شکم میں مبتلا ہوگیا اور خون کی قے شروع ہوگئی اس کے ایک رشتہ دار کو واقعہ معلوم ہوگیا تھا اس نے آکر حضرت سے معافی طلب کی اور دُعاء کے لیے اصرار کیا آپ نے پانی دم کر کے عنایت فرمایا اور طالب علم شفایاب ہوگیا۔ (مولانا برنوی)

بے ادبی کا انجام :

مولوی عبدالرحیم صاحب آزاد راوی ہیں کہ حضرت شیخ ایک جلسہ گاہ میں تشریف فرما تھے نبی گنج بھڑ گاؤں کے مولوی ممتاز الدین نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کا نشان دیکھ کر از راہِ تمسخر کہا کہ یہ جوتے کا داغ معلوم ہوتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ لوگوں نے دیکھا کہ ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس گستاخ نے قادیانیت اختیار کر لی اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن گیا۔

حضرت شیخ کے ساتھ گستاخیوں کی سزا دنیا ہی میں مل گئی :

ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے ۔انہوں نے حضرت کے سامنے امرتسر کے رہنے والے ایک صاحب کے تأثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مدنی کے ساتھ جو گستاخیاں کی تھیں ان کی سزا دُنیا ہی میں مل گئی جس طرح ہم نے حضرت کے سامنے بدتہذیبی کا ننگا ناچ ناچا تھا ہمارے سامنے ہماری بہو بیٹیوں کو سرِ بازار نچایا گیا خدا اگر مجھے پَر دیدے تو میں اُڑ کر حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچوں اور ان سے معافی طلب کروں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں سُن کر اظہارِ افسوس کیا اور ان صاحب کو معاف کر دیا۔(مولانا عبدالحق صاحب دامانی مجاز حضرت شیخؒ)

اپنی گھڑی کی خیر منایئے :

ایک مرتبہ سہارنپور میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ تھا۔ یہ اُس دور کی بات ہے جبکہ لیگ اور کانگریس کے ہنگامے ہو رہے تھے حضرت اس جلسہ میں تقریر کرنے والے تھے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے دعوٰی کیا کہ میں سیاست میں مولانا مدنی سے مناظرہ کروں گا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میاں ظفر احمد اپنی گھڑی کی خیر منائیں مگر وہ کب سننے والے تھے بہر حال حضرت کو آپ کے خدام نے یہ کہہ کر دیوبند واپس کر دیا کہ حضرت آپ کی تقریر کل ہوگی حضرت تو دیوبند واپس تشریف لے گئے لیکن چند دنوں کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے میاں ظفر احمد صاحب تھانوی کی خلافت چھین لی ۔ غالباً اسی بات کی طرف حضرت مولانا الیاس صاحب نے اشارہ فرمایا تھا۔(انفاسِ قدسیہ)

حضرت شیخ کو گالیاں دینے کا وبال :

آج بھی ایک صاحب حیات ہیں ۔ یہ صاحب حضرت کو ایسی فحش گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا قدرت نے ان سے انتقام لیا اور ان کے چہرے پر اس طرح آبلے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی طرح سیاہ ہوگیا آج بھی یہ صاحب طبیب ہونے کے باوجود اپنے سیاہ چہرے کو درسِ عبرت بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنی کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔(انفاسِ قدسیہ)

گستاخانہ لب ولہجہ کا نتیجہ :

۴۷ھ رمضان المبارک کے موقعہ پر ٹانڈہ میں تراویح کے دوران ایک صاحب حضرت کو نہایت بھونڈے

لب ولہجہ میں بکثرت لقمہ دیا کرتے تھے انداز کچھ ایسا تھا کہ حاضرین کو انتہائی ناگوار ہوتا تھا لیکن حضرت کے خوف سے کوئی شخص کچھ کہہ نہیں سکتا تھا آخر کار ایک دن جب انہیں خون کی قے ہوئی تو انہیں بھی احساس ہوا کہ یہ ان کی بیہودگی کا نتیجہ ہے۔(انفاسِ قدسیہ)

علم سے محرومی :

ایک مرتبہ چند طلبہ نے اہتمام کے سامنے بھوک ہڑتال شروع کر دی حضرت کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور ان لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ آپ لوگ یہ طریقہ اختیار نہ کریں ہم آپ لوگوں کے مطالبے کو پورا کریں گے لیکن ان حضرات نے بھوک ہڑتال جاری رکھی۔ ان بھوک ہڑتالی سلہٹی طلبا کی قیادت دو پنجابی طالب علم کر رہے تھے اور جوشِ حماقت میں یہاں تک کہہ گئے کہ ہم دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے بہرحال معاملہ کسی طرح رفع دفع ہو گیا اور ہڑتال ختم ہونے کے بعد دارالحدیث میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس تحریک میں حصہ لینے والوں سے سخت تکلیف پہنچی ہے میں ان کے حق میں بددعاء تو نہیں کرتا ہاں ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا مختصر یہ کہ اس تحریک میں حصہ لینے والے آج بھی حیات ہیں لیکن نام نہاد مولوی ہونے کے باوجود علم سے یکسر محروم ہیں۔(انفاسِ قدسیہ)

حضرتؒ کی بددعاء کا اثر :

مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم میں طلبہ اور علماء کا جلسہ ہوا ایک طالب علم نے جوش میں آکر حضرت مولانا عثمانیؒ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ حضرت نے فوراً ہی اس کو ڈانٹا اور منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نے اس سے فرمایا ''جا! تو علم سے محروم ہو گیا'' مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ اس طالب علم کو میں نے دہلی میں دیکھا ہے کہ سر پر دیوانوں کی طرح خاک اُڑاتا پھرتا ہے۔(انفاسِ قدسیہ)

چارپائی سے ذکر کی آواز :

مولوی عبدالباری صاحب نبی گنجی ہیڈ ماسٹر جے۔ کے اسکول فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کریم گنج تشریف لائے ہوئے تھے ملاقات کی غرض سے میں بھی وہاں گیا حسنِ اتفاق سے اسی دن بدرپور میں جلسہ تھا خاکسار وہاں بھی پہنچا مدرسہ کے صحن میں ایک چھوٹی سی چارپائی پڑی ہوئی تھی میں اس پر بیٹھ گیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ محسوس ہوا کہ ذکر کی آواز آرہی ہے ساتھ ہی چارپائی میں ارتعاش پیدا ہوا مجھ پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی اور میں وہاں سے اُٹھ گیا میں نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ حضرت شیخ نے اس چارپائی پر بیٹھ کر وضوء فرمایا ہے اور یہ چارپائی اسی غرض سے رکھی گئی ہے۔ مولوی عبدالباری صاحب نے یہ واقعہ مولانا برنوی کو بیان کیا جبکہ آپ اعتکاف میں تھے۔

روضۂ مطہرہ سے آپ کو سلام کا جواب ملا :

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدرالمدرسین مدرسہ عالیہ فتحپوری (دہلی) تحریر فرماتے ہیں : حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے جن کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ تقوٰی اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا صاحبِ سلسلہ بزرگ تھے اور تقریباً سو سال کی عمر میں اب (۵۸ء) سے تقریباً ۱۵ سال قبل عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے اس خادم کو مرحوم سے شرفِ نیاز حاصل تھا جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی چونکہ حضرت شیخؒ سے بھی اس خادم کو شرفِ تلمذ حاصل ہے ۔اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اثنائے ملاقات حضرت شیخ کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا کہ :

> ایک بار زیارتِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اِمسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے ''**وعلیکم السلام یا ولدی**'' کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔مولانا مرحوم نے فرمایا اس واقعہ کو سُن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تا کہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہوسکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزند ارجمند ہے۔مرحوم نے فرمایا کہ سیّد صاحب سے ایک گونہ تعارف وتعلق بھی تھا گھر پر پہنچا ملاقات کی اپنے اس دوست کے سعادت مند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشۂ تنہائی میں چلا گیا اپنی طلب وجستجو کا راز بتایا اور واقعہ کی تصدیق کی ابتداءً خاموشی اختیار کی ،لیکن اصرار کے بعد کہا ''بے شک جو آپ نے سُنا وہ صحیح ہے''۔یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولانا مرحوم نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاذ مولانا حسین احمدؒ۔

اللہ تعالیٰ حافظ وناصر ہے :

مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری پر جس زمانہ میں سرسکندر حیات کی حکومت نے ایک مقدمہ چلا رکھا تھا جس میں

پھانسی کی سزا کا اندیشہ تھا اور لوگ سخت پریشان تھے اس وقت کچھ لوگ نہایت متفکرانہ انداز میں حضرت کی خدمت میں دعاء کی درخواست کرنے آئے۔ حضرت سب کی سنتے رہے آخر میں کچھ فرمایا جس کا خلاصہ غالباً یہ تھا کہ راہِ حق میں قربان ہوجانا تو بہت بڑی سعادت ہے اس میں فکر کی کونسی بات ہے بہر حال اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور شاہ صاحب موصوف بری ہوگئے۔ (مولانا سید طاہر حسن صاحب)

ابر کا ٹکڑا :

حضرت مولانا سیّد حمید الدین صاحب زید مجد ہم شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ تحریر فرماتے ہیں :

مجھ سے ریاست علی خاں صاحب مرحوم ساکن رسول پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت مولانا (مدنیؒ) اور میاں سیّد بشیر الدین صاحب حضرت مولانا کی سُسرال قتال پور ضلع اعظم گڑھ جارہے تھے۔ تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے اور گرمی کی شدت سے پریشان تھے میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت! دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے حضرت مولانا خاموش رہے تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہوگیا اب نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی برستا ہوا آرہا ہے میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ وہ دھوپ ہی اچھی تھی اب تو بھیگتے ہوئے سسرال پہنچیں گے حضرت مولانا پھر خاموش رہے یہاں تک کہ پانی سر پر آگیا لیکن خدا کی قدرت ہر چہار طرف پانی برس رہا تھا گھوڑے پانی میں چل رہے تھے لیکن ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا۔

چونکہ خاں صاحبؒ نے سیّد بشیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہونے کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اس لیے میں نے ان سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا تو انھوں نے بھی تصدیق فرمائی۔

مکان کب سے نہیں گئے؟

مولانا سلطان الحق صاحب قاسمی ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ۱۳۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۲ سال کی تمناؤں کے بعد میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نعمان رکھا۔ اس وقت اہل خانہ اپنے وطن حبیب والہ ضلع بجنور ہی میں رہتے تھے۔ تقریباً ۹ ماہ کے بعد حضرت کی خدمت میں بعد نماز مغرب حسبِ عادت حاضر ہوا۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا مکان کب سے نہیں گئے؟ (میرا قیام اس وقت بسلسلۂ تعلیم دیوبند تھا) میں نے عرض

کیا کہ تقریباً چار ماہ ہوگئے فرمایا کہ گھر جاؤ گھر والوں کا بھی حق ہے میں نے کہا کہ سہ ماہی امتحان قریب ہے، اس کے بعد ارادہ ہے ارشاد ہوا کہ امتحان بعد بھی ہو آنا اور اب بھی جاؤ چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا مگر کسی وجہ سے تین روز کی تاخیر ہوگئی تیسرے روز گھر سے تار پہنچا کہ نعمان کا انتقال ہوگیا ہے جانا طے ہی تھا فوراً چل پڑا گھر پہنچ کر نعمان کی بیماری کے جو حالات معلوم ہوئے ان سے یہ اندازہ صحیح طور پر قائم ہوا کہ گھر جانے کے بارے میں حضرتؒ کے فرمانے کا جو وقت تھا وہی نعمان کی بیماری کی شدت کا وقت تھا اور انجام کار یہی شدت اس کی موت کا سبب ہوئی۔

بادل ہٹ گئے :

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب رقم طراز ہیں کہ: ہندوستان کی آزادی سے کچھ عرصہ پیشتر کا واقعہ ہے کہ سہنس پور ضلع بجنور میں بڑے پیمانہ پر پولیٹیکل کانفرنس منعقد ہوئی حضرت قدس سرہ غالباً شب کی گاڑی سے وہاں رونق افروز ہوئے۔ کانفرنس کے پنڈال اور میدان کو عمدہ طور پر سجایا گیا تھا۔ جون کا مہینہ تھا پیشتر سے آسمان صاف تھا لیکن تاریخ انعقاد کی شب میں اچانک زور شور کے ساتھ گھٹا اُٹھی اور صبح ہوتے ہوتے بارش کے آثار نزدیک ہوگئے یہ دیکھ کر کانفرنس کے منتظمین گھبرا گئے اور وہ ایک وفد کی شکل میں حضرت کی خدمت میں بارش کے التواء کی غرض سے حاضر ہوئے آپ نے کچھ اس طرح فرما کر ٹال دیا کہ آپ محض اپنی رونق کی خاطر کاشتکاروں کی منہ مانگی مراد کو ملیا میٹ کردینا چاہتے ہیں اس کے بعد حضرت والا خیمہ کے بغلی کمرہ میں آرام فرما ہوگئے اور مجمع وہاں سے چلا آیا آمدم برسرِ مطلب اسی دوران میں راقم الحروف کو جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر مجذوبانہ ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جا کر ان الفاظ میں ہدایت کی کہ مولوی حسین احمد سے کہہ دو کہ اس علاقہ کا صاحبِ خدمت میں ہوں اگر وہ بارش ہٹوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہوگا۔ راقم الحروف اسی وقت خیمہ میں پہنچا جس پر حضرت والا نے آہٹ پا کر وجہ آمد معلوم فرمائی اور اس پیغام کو سُن کر ایک عجیب پُر جلال انداز میں بسترِ استراحت ہی پر ارشاد فرمایا جایئے کہہ دیجیے بارش نہیں ہوگی چنانچہ باہر آکر یہ جواب پہنچانے کے لیے ہر چند ان صاحب کو تلاش کیا لیکن خُدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں چلے گئے وہ تو نہیں ملے لیکن تھوڑی دیر کے بعد گھرے ہوئے تہ بتہ بادل ہٹنا شروع ہوگئے اور منٹوں ہی میں آسمان صاف ہوگیا پھر جب تک کانفرنس جاری رہی بارش نہیں ہوئی۔

پھانسی کا حکم منسوخ ہوگیا :

منشی محمد حسین صاحب کاوی نے ایک واقعہ صاحبزادہ مولانا اسعد صاحب سلمہ کے سامنے یہ نقل کیا کہ جس زمانہ میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سابرمتی جیل میں تھے اُسی زمانہ میں منشی محمد حسین صاحب بھی وہاں سیاسی قیدی کی

حیثیت سے تھے۔ منشی محمد حسین صاحب حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف اور دینیات پڑھا کرتے تھے ایک اخلاقی قیدی کو پھانسی کی سزا کا حکم ہوگیا اس نے منشی محمد حسین صاحب سے ذکر کیا کہ تم اپنے باپو سے کہو کہ میرے لیے دعا کریں کہ رہا ہو جاؤں منشی محمد حسین صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی۔ دو ایک مرتبہ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ دیا پھر ایک دن منشی محمد حسین صاحب نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ اچھا اس سے کہو کہ فلاں وظیفہ پڑھا کرے۔ چنانچہ اس نے دو تین روز تک وظیفہ پڑھا مگر اس کے دل کو تسکین نہ ہوئی پھر اس نے کہلایا کہ باپو سے کہو کہ دعاء کریں منشی محمد حسین صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مصر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا جا کر اس سے کہو کہ وہ رہا ہوگیا۔ منشی محمد حسین صاحب نے اس قیدی سے جا کر کہا کہ باپو نے کہہ دیا کہ تو رہا ہوگیا۔ دو ایک روز گزرنے کے بعد اس قیدی نے پھر بے چینی کا اظہار کیا کہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا اور میری پھانسی میں چند روز ہی رہ گئے ہیں۔ منشی محمد حسین نے پھر آکر عرض کیا تو فرمایا: میں نے کہہ تو دیا کہ وہ رہا ہوگیا۔ اس کے بعد دو ایک یوم مقررہ تاریخ میں رہ گئے تھے کہ اس کی رہائی کا حکم آگیا۔

دُعاء کی برکت :

(۱) بچپن میں میری چشم و اَبرو میں موذی جرثومے تھے میں نے قرآن حکیم حفظ کر لیا تو تکمیلِ حافظہ کی مسرت کے موقعہ پر حضرت تشریف لائے حضرت سے دعاء کی درخواست کی گئی حضرت نے دعاء فرمائی وہ دن اور آج کا دن یہ جرثومے خدا کے فضل اور حضرت کی دعاء کی برکت سے غائب و ناپید ہوگئے۔ (مولانا عبدالرحمٰن صاحب بچھراؤں)

(۲) سلہٹ میں ایک مرتبہ شہر کے کسی حصہ میں آگ لگ گئی حضرت اس وقت سلہٹ ہی میں موجود تھے لوگوں نے آپ سے دعاء کی درخواست کی آپ کا دعاء میں مصروف ہونا تھا کہ اچانک آگ بجھ گئی لوگ یہ دیکھ کر نہایت متاثر ہوئے (مولانا لطف الرحمٰن صاحب برنوی)

قبولیت دعاء :

ایک بار حضرتؒ جولائی میں لاہر پور تشریف لائے امساک باراں (قحط) کی وجہ سے سخت پریشانی تھی میں نے مغرب سے متصل حضرتؒ سے دعاء کے لیے عرض کیا۔ دعاء فرمائی اور مولانا ابوالوفا صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بڑی حسرت سے فرمایا :

یظن الناس بی خیرا وانی لشر الناس ان لم یعف عنی

یعنی لوگ میرے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہیں حالانکہ اگر میری مغفرت نہ ہو تو میں سب سے بُرا آدمی ہوں

حضرتؒ کی دعاء کے بعد ابھی جلسہ کے لیے فرش بچھائے جارہے تھے کہ عشاء سے قبل ہی بارش ہوگئی (حاجی صاحب لاہر پوری)

رُوحانی تصرف :

میری لڑکی ریحانہ کی عمر تقریباً چار پانچ سال کی تھی گلسوے نکلے تمام چہرہ متورم ہوگیا تھا بخار بہت تیز تھا ڈاکٹر نے مرہم لگایا اور اس پر روئی رکھ کر پٹی باندھ دی تھی لڑکی بخار کی شدت کی وجہ سے غافل تھی دفعتہً اس نے چیخنا شروع کردیا کہ مولانا دادا آئے ہیں مولانا دادا آئے ہیں اُٹھ بیٹھی اور پٹی نوچنی شروع کردی ہم لوگ پریشان ہوگئے کہ سرسام ہوگیا ہے لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ ذرا دیر کے بعد نہ بخار تھا اور نہ ورم ۔ریحانہ بالکل اچھی تھی حالانکہ اس نے اپنے ہوش میں حضرت کو دیکھا بھی نہ تھا۔(لاہر پوری صاحب)

ایک حیرت انگیز کرامت :

مدینہ منورہ میں قبلہ دکن جانب ہے قبہ خضراء پورب کے گوشہ میں واقعہ ہے پچھّم جانب باب الرحمة کے متصل دارالامان میں حضرت درس دے رہے تھے قبہ ٔ خضراء کی جالیاں سامنے تھیں تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے دورانِ درس ایک بار انھوں نے جو نگاہیں اُٹھائیں تو سامنے نہ قبہ ٔ خضراء تھا اور نہ جالیاں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما تھے انھوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلبہ کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) تو حضرت نے اشارے سے منع فرمایا۔اب جو دیکھتے ہیں تو سب چیزیں اپنی سابقہ حالت پر تھیں۔اس وقت مجھے مطلق یاد نہیں آرہا ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے کہاں بیان کیا گیا ہندوستان میں یا مدینہ منورہ میں ۔(حاجی احمد حسین لاہر پوری)

تالاب کی مچھلیاں کنارے پر آگئیں :

ایک مرتبہ حضرت نے ایک تالاب کے کنارے فضیلتِ ذکر پر تقریر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دریا کی مچھلیاں تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتی ہیں ۔یہ فرمانا تھا کہ سینکڑوں آدمیوں نے دیکھا کہ تالاب کی مچھلیاں تڑپ تڑپ کر کنارے پر آنے لگیں۔

یہ کونسا اسٹیشن ہے؟ ادراکِ نسبت کا دلچسپ واقعہ :

قاضی محمد زاہد الحسینی تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۶ء میں انتخابی دورہ فرماتے ہوئے صوبہ ٔ سرحد کو اپنے قدم سے شرف بخشا۔ مجھے ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو پتہ چلا کہ میں پشاور کے ارادہ سے جب نوشہرہ

سے کچھ آگے گزرا تو لبِ سڑک کھڑے ہوئے مشتاقانِ دید سے معلوم ہوا کہ حضرت ابھی نوشہرہ تشریف لا رہے ہیں میں وہیں بس سے اتر کر جان نثاروں کی صف میں کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد کوکبِ جلال و جمال حسینیت کا پرچم لہراتا ہوا جلوہ افروز ہوا تقریباً چار میل کا فاصلہ طے ہو کر جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے، جہاں پہلے سے تقریر کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کے بعد حضرتؒ نے ارشادات سے نوازا۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد میں نے واپسی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے حضرت بادشاہ گل صاحب سے فرمادیا کہ پروگرام بتادیں۔

حضرت تو کسی اور جگہ تشریف لے گئے اور میں سیدھا گھر چلا آیا اور یہاں آکر مشتاقانِ دید کو اطلاع کر دی کہ کل ۲۸ر جنوری کو صبر حسینؓ کا علمبردار کیمبلپور سے گزرے گا چنانچہ اکثر احباب ۲۸ر کو کیمبلپور پہنچ گئے، شام کو حضرت کے استقبال اور زیارت کے لیے مسلمانانِ کیمبلپور کا ایک انبوہ جس کی قیادت میں سید میر حضرت شاہ صاحب مرحوم ایڈوکیٹ پیش پیش تھے ریلوے اسٹیشن پر پہنچا گاڑی کے پہنچتے ہی حضرت نے سب سے مصافحہ فرمایا اور اسٹیشن کے برآمدہ میں نماز باجماعت ادا فرمائی، جس کے امام آپ خود بنے۔ جب ریل کیمبلپور سے چلی تو یہ سیہ کار بھی ڈبہ میں سوار ہو گیا۔ ٹکٹ پہلے ہی راولپنڈی کا لے رکھا تھا، گاڑی میں کھانا گرم کیا گیا اور راس (راقم الحروف) نے میزبانوں کے بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ کتنا پر لطف اور پر کیف وہ منظر تھا۔ کھانے کے بعد آپ اپنی برتھ پر لیٹ گئے احقر آگے بڑھا اور پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کرنی شروع کر دی دل میں ڈر رہا تھا کہ یہ پیکرِ انکسار و مجسمہ تواضع مجھ کو روک نہ دیں مگر اس آن دلربائی کے قربان کچھ بھی نہ فرمایا۔ جی کھول کر سعادت حاصل کی حتی کہ گولڑہ کے اسٹیشن پر ریل آکر کھڑی ہوئی۔ راستہ میں کسی بھی اسٹیشن پر کچھ دریافت نہ فرمایا تھا لیکن یہاں پہنچتے ہی فرمایا کون سا اسٹیشن ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''گولڑہ'' ہے۔ یہ سُن کر فرمایا گولڑہ شریف! (جہاں تک خیال ہے چونکہ) حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے گلشنِ صابری کا ایک سدا بہار پھول یہاں بھی عطر بیز ہے۔ اسی لیے اس مقام کی جانب خصوصی طور پر آپ متوجہ ہوئے۔ (انتھٰی بلفظہ بتغییر یسیر)

تصرف باطنی :

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری تحریر فرماتے ہیں کہ: ابتداء میں شامتِ اعمال سے فجر و ظہر کے وقت میری آنکھ نہ کھلتی تھی اور نماز فوت ہو جایا کرتی تھی۔ میں نے اپنی حالت سے حضرت کو مطلع کیا۔ سخت تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ مکتوب نمبر ۲۸ ص ۷۷ مکتوباتِ شیخ الاسلام میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد سے میری یہ کیفیت ہوگئی کہ بلا ناغہ فجر و ظہر کے وقت خواب میں حضرت کو غصے کی حالت میں فرماتے دیکھتا تھا کہ کیوں نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے؟ میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ یہ کیفیت تقریباً ایک ماہ رہی جب اچھی طرح نماز کا پابند ہو گیا یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

اس جلسہ کی صدارت کون صاحب فرمائیں گے :

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری انفاس قدسیہ میں تحریر فرماتے ہیں: (حضرت کے) وصال سے کچھ عرصہ قبل راقم الحروف نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ حاضر ہوں حضور اقدس ﷺ کے مزار مقدس کے قریب ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس کے گرد بہت سے اولیاء اللہ موجود ہیں کچھ بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ کھڑے ہیں جیسے کسی کے منتظر ہوں۔ میں نے ان میں سے کسی صاحب سے دریافت کیا کہ اس جلسہ کی صدارت کون صاحب فرمائیں گے؟ تو مجمع ہی میں سے کوئی صاحب بولے کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے ان ہی کا انتظار ہے۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۲ قسط نمبر ۴

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

آپ کے شاگردوں اور بیعت ہونے والوں کی تعداد :

آپ پر حق تعالیٰ نے اتباع سنت کی برکات کامل طرح ظاہر فرمائیں اوقات میں برکت ہوئی۔ فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ علومِ حدیث وغیرہ کے شاگردوں کی تعداد گیارہ ہزار تو یقیناً ہے۔ اور بیعت ہونے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ جس طرف بھی سفر ہوتا تھا بے انداز ہجوم ہو جاتا تھا اور بکثرت لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتے تھے۔ صوبۂ گجرات میں احمد آباد وغیرہ کا سفر تھا کہ ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں ایک بااثر شیخ رہتے تھے وہ شیخ اگرچہ اہلِ بدعت میں سے تھے لیکن قدرتی بات تھی کہ ان کے اور ان کے متوسلین کے دل میں شدید تقاضا ہوا کہ جس طرح ان کا اپنے بڑے مشائخ کے ساتھ سلوک تھا وہ ہی آپ کے ساتھ کریں ان کے یہاں گزرگاہ پر قیمتی فرش بچھا دیا جایا کرتا تھا جب آپ وہاں سے گزرے تو انہوں نے اسی طرح آپ کے لیے فرش بچھا دیا اور اپنی حد میں اسی پر باصرار گزارا۔ تفصیل "حیرت انگیز واقعات" نامی کتاب میں ہے۔

بنگال میں بیک وقت بیعت ہونے والوں کی تعداد ایک جگہ پانچ ہزار اور ایک جگہ آٹھ ہزار شمار کی گئی یہ بیعت لاؤڈ سپیکر پر کی گئی مشائخ کرام میں ایسی مقبولیت کی مثال نہیں ملتی۔

میں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی حیات میں اہلِ علم کی مجلس میں اس واقعہ کے ساتھ یہ تذکرہ بھی سُنا تھا کہ

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے بیک وقت بیعت ہونے والوں کی تعداد دس ہزار تک شمار کی گئی ہے لیکن اتنی تعداد بیعتِ طریقت کرنے والوں کی نہ تھی بلکہ یہ تعداد بیعتِ جہاد کرنے والوں سمیت کی تھی۔

اسی طرح آپ کے خلفاء کی تعداد بھی ایک سو ساٹھ سے زائد ہے۔

اجازت کا معیار :

جبکہ آپ کے گرامی ناموں میں یہ بھی تحریر ہے کہ آپ نے اجازت دینے کا معیار وہی رکھا جو حضرت اقدس مولانا گنگوہی قدس سرہ کا تھا (اور وہ یہ تھا کہ آخری مراقبہ یعنی مراقبۂ ذاتِ مقدسہ بھی سالک کو خوب اچھی طرح کرا دیا جائے)۔

شفقتِ عامہ :

اتباعِ سُنت کی برکت سے آپ کو وہ کیفیت عنایت ہوئی جو احادیث میں آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک بار رات بھر اُمّت کے لیے دُعاء فرماتے رہے اور **ان تعذ بهم فانهم عبادك و ان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم** ہی پڑھتے پڑھتے ساری شب گزار دی۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے قلبِ مبارک پر اس کا کامل پرتو تھا۔ رات کو خدام نے جو سب ہی علماء ہوتے تھے بارہا اشکباری کی حالت میں آپ کی یہ دُعاء سُنی۔

كَرَمَكَ يَا اَكْرَمَ الْاَ كْرَمِيْنَ عَلَيَّ وَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ (ﷺ)

اے سب سے زیادہ کرم فرمانے والے میں اپنے اوپر اور اُمت محمد ﷺ پر تیرا کرم چاہتا ہوں۔

اپنے لیے دُعائے کرم میں اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو بھی شامل فرماتے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے جو اور دُعائیں میں نے یا میرے احباب نے سنی ہیں ان میں سے چند ایک لکھ دی جائیں۔

دُعاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حق تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے پھر درود شریف پڑھا جائے پھر دُعاء کی جائے جماعت کے بعد دُعاء کے لیے جب آپ ہاتھ اُٹھاتے تھے تو میں نے خود بارہا کچھ کلمات حمد آپ سے سنے ہیں، وہ کلمات حمد قرآن پاک کی ایک آیت کے ہیں جن سے حمد وثناء کے فائدے کے ساتھ کلمات ِایمان واقرار کا بھی اعادہ ہو جاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (پ ۸ رکوع ۱۲)

اس کے بعد آپ بالکل آہستہ دُعاء مانگتے۔

دورانِ سفر وقفہ وقفہ سے کلماتِ حمد ویسے بھی اداء فرماتے رہتے تھے جو بارہا میں نے خود سُنے ہیں میں نے جو

کلمات سُنے ہیں وہ ایک حدیث پاک کے ہیں :

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

ایک اور دُعاء :

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْنِيْ وَبَلِّغْ جَمِيْعَ مَنْ اَوْصَانِيْ بِالدُّعَآءِ وَجَمِيْعَ مَنْ لَّهٗ حَقٌّ عَلَيَّ اِلَى الْمَقَاصِدِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاكْشِفْ عَنِّيْ وَعَنْهُمْ سَآئِرَ الْكُرُبَاتِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِمْ وَ بِمَقَاصِدِ هِمْ وَكُرُ بَاتِهِمْ وَاَنْتَ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ تَسْتَحْيِ اَنْ تَرُدَّ يَدَ الْعَبْدِ صِفْرًا اِذَا رَفَعَ الْاَكُفَّ اِلَيْكَ وَصَلِّ عَلٰى اَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ وَاَكْرَمِهِمْ لَدَيْكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى.

آپ نے ابتداءِ دور میں یہ خواب دیکھا تھا کہ : ''تمہیں امام زماں بنائیں گے''۔

یہ اس خواب کے پورا ہونے کی علامت ہے۔ آدمی کا جتنا علاقہ ہوتا ہے اسے اتنے علاقہ سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر کسی کا مورِدِ فیض پوری اُمّت ہوگی تو اسے پوری اُمّت سے تعلق ہوگا۔ اور ایسا ہی شخص باطناً امام زماں ہوگا۔

علامہ شامی نے ایک روایت بھی دی ہے کہ نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے اُمّتِ محمدیہ کے لیے مغفرت عامہ کی دُعاء کرنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَغْفِرَةً عَامَّةً اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔[1]

وفات :

حضرات صحابۂ کرام جناب رسالت مآب ﷺ کے فیوض مبارکہ کا کامل ''پرتو'' ہیں ان حضرات میں وفات کے وقت کے حالات اور خیالات کے لیے سیّدنا فاروق اعظم اور سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ارشادات ہر مسلمان کو پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھوں اسلام کو وہ سربلندی نصیب ہوئی کہ جس کی آج تک مثال بھی نہیں قائم ہوسکی اور پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگیا اور ہر جگہ مسلمان حکومت نے اس قدر استحکام پکڑا کہ آج تک ان ممالک میں مسلمانوں ہی کی حکومت چلی آرہی ہے جس کا بے حساب ثواب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو پہنچتا ہے چاہے کوئی جانے نہ جانے چاہے نیت کرے نہ کرے۔ لیکن وہ اپنے دورِ خلافت کی تمام نیکیوں کو اس نظر سے دیکھتے ہیں جس کا ظہور شہادت کے وقت زخمی

---

[1] خود حضرت اقدس والد صاحب رحمہ اللہ کا بھی عمل ایسا ہی تھا۔ (محمود میاں غفرلہ)

ہونے کی حالت میں اُن کی زبانِ مبارک سے ان الفاظ سے ہوا :

وَدِدْتُ اَنَّ ذَالِکَ کَفَافًا لَا عَلَیَّ وَلَا لِیْ (بخاری شریف ص ۵۲۴ س ۵)

میں یہ چاہتا ہوں کہ امارت کے معاملات سے برابر سرابر نجات ہو جائے کہ نہ مجھے نقصان ہو نہ نفع۔

صحابۂ کرام کی یہ قلبی حالت جناب رسالت مآب ﷺ کی تعلیم و تلقین کے اثرِ خاص سے تھی اور اس کا ایک فائدہ تو ظاہر ہی ہے کہ ایسے شخص کی نظر جب اپنی نیکیوں پر ہوگی ہی نہیں تو وہ نیکیاں خداوند کریم کے یہاں محفوظ ہی رہیں گی کیونکہ نیکیوں کی قیمت کم کرنے والی چیز تو نیکیوں پر گھمنڈ اور ناز ہے۔ دوسری طرف ایسے شخص کی نظر اپنی تقصیرات پر ہوگی اور اس کی وجہ سے استغفار کا غلبہ ہوگا یہ خود ایک ایسا عمل ہے جو ہر تقصیر کو نیکی بنا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تواضع کا یہ حال ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ان صحابۂ کرام کی پیروی کرو جو دنیا سے جا چکے ہیں کیونکہ ان کی آخر وقت تک استقامت سامنے آچکی ہے۔

مَنْ کَانَ مُسِتًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃَ

تم لوگوں میں سے جو کسی کی پیروی کرنی چاہے تو اسے اس کی پیروی کرنی چاہیے کہ جو وفات پا چکا ہے کیونکہ زندہ شخص آزمائش سے محفوظ نہیں ہے (جب تک زندہ ہے آزمائش کی گھڑیاں باقی ہیں)۔

اس طرح آپ نے اسلام کا ایک بہترین اصول تعلیم فرمایا اور اپنا دامن بھی بچایا۔ پھر صحابۂ کرام کی تعریف کی اور ان کی منقبت و افضلیت بیان فرمائی کہ وہ علمی گہرائی، نیک سرشت اور سادگی میں کیا ہی بلند مقام رکھتے تھے۔

اولئك اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل ھٰذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا.

وہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اس اُمّت میں سب سے افضل تھے سب سے زیادہ نیک دل تھے سب سے زیادہ علمی گہرائی اور بصیرت کے حامل تھے اور ان کے مزاج میں نہایت کم تکلف تھا۔

اختارھم اللہ لصحبت نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسّکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم .(مشکوۃ ص ۳۲ باب الاعتصام بالکتاب والسنتہ)

(یوں سمجھو) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی ﷺ کا ساتھی بننے کے لیے اور اپنے دین کی

اقامت کے لیے چنا تھا لٰہذا ان کا مقامِ فضیلت جان لو اور ان کے نشاناتِ قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے ان کے اخلاق اور ان کی طبیعت کو مضبوطی سے اختیار کرو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ صحیح راستہ پر پختہ اور قائم رہے ہیں۔

بالکل یہی رنگ حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا بھی نظر آتا ہے کہ وفات سے پہلے جب ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے سے روک دیا تو جماعت میں نہ جانے پر بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ وفات سے ایک روز قبل ان کے قائم مقام مدرسِ بخاری حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب مراد آباد جانے لگے تو رخصت ہوتے وقت ملنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ پر رقت طاری ہوگئی بے حد ملال کا اظہار فرمایا کہ میری ساری عمر ضائع ہوگئی کوئی کام نہیں کیا اور اب مسجد تک بھی نہیں جا سکتا۔ یہ کیفیت اتنی بڑھی کہ خادم خاص اور خلیفہ خاص حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمہ اللہ ونور اللہ مرقدہ نے ضروری سمجھا کہ مولانا فخر الدین صاحب کو اسی حال میں اُٹھالائے (قاری اصغر علی صاحب مولانا سیّد فخر الدین صاحب کے شاگرد تھے۔ رحمھما اللہ رحمۃ واسعۃ)۔

اس واقعہ سے اگلے روز چوبیس گھنٹے سے بھی کم وقفہ گزرا تھا کہ ظہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں آپ کی وفات ہوئی۔ محرم ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء میں سفر مدراس کے دوران علالت پیش آئی دیوبند واپسی پر ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ قلب کا پھیلاؤ بڑھ گیا ہے مقامی اور بیرونی ڈاکٹروں کا علاج ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا پھر یونانی علاج شروع کیا گیا اس سے مرض میں قدرے تخفیف ہوئی۔ ۱۰، ۱۱ر جمادی الاولیٰ (۳، ۴ر دسمبر) کو طبیعت کافی پر سکون رہی۔ ۱۲ر جمادی الاولیٰ (۵ر دسمبر) کی صبح کو طبیعت کافی بشاش ہوگئی کئی دن کے بعد دوپہر کو ہلکی پرہیزی غذا تناول فرمائی پھر لیٹ گئے از خود بیدار نہ ہونے پر ۳ر بجے کے قریب نماز ظہر کے لیے جب بیدار کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ آپ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

۹ر بجے شب جنازہ دارالعلوم دیوبند کے وسیع دارالحدیث میں لاکر رکھا گیا اور زیارت کرنے والے ایک طرف سے آتے اور دوسری طرف سے باہر جاتے رہے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی نصف شب کے بعد تدفین عمل میں آسکی مدرسہ سے قبرستان تک جنازہ کے پہنچنے میں کافی وقت لگا۔ دیوبند جیسے چھوٹے سے قصبہ میں فوراً ہی پچاس ہزار کے قریب لوگ پہنچ گئے جنہوں نے شرکت کی دارالعلوم کے قبرستان میں حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا نانوتوی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمھم اللہ کے پاس اس طرح قبر کے لیے جگہ نکل آئی جیسے زمین وسیع ہوگئی ہو۔ مدتوں سے وہاں جاتے رہنے والوں کے علم میں ہے کہ وہاں قطعاً کسی قبر کی جگہ نہ تھی۔ (واقعات ص ۲۲۵)

حضرت اقدسؒ اکابر زمانہ کی نظر میں :

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اکابر زمانہ کے کلماتِ مدحیہ جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں مستند طور پر ثابت ہیں، نقل کردیں :

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ فرماتے ہیں :

بھائی! حضرت شیخ مدنی کا ذکر کیا پوچھتے ہو پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اس مردِ مجاہد کی جانب نگاہ کی تو جہاں شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا ہوا دیکھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں حضرت اقدس مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ کی تجہیز و تکفین وغیرہ کا حال تحریر فرمایا کیونکہ آپ ان دنوں لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جیل روڈ میں قیام فرماتے تھے۔انھوں نے لکھا تھا کہ دارالحدیث میں جنازہ چہرۂ مبارک کھول کر رکھ دیا گیا اس کے بعد تحریر تھا کہ غلبۂ انوار سے چہرہ اور کفن ہمرنگ معلوم ہوتے تھے وغیرہ۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں :

اس خط کا جو مضمون تھا اس کے قریب مضمون حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے کہ

(حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی) زندگی بھی خوب گزری اور موت بھی پاکیزہ پائی طاب حیا و میتا بعد مُردن چہرہ پر نورانیت اور چمک غیر معمولی تھی۔روشنی میں چہرہ کی چمک دمک اور اس کا جمال نگاہوں کو سیر نہیں ہونے دیتا تھا لبوں پر ایک عجیب مسکراہٹ تھی جس کی کیفیت الفاظ میں نہیں آسکتی جو یقیناً مقبولیت عنداللہ اور اسی کے ساتھ موت کے وقت بشاشت وطمانیت کی کھلی علامت تھی جو مقبولیت زندگی میں تھی وہی موت کے بعد بھی رہی۔اسی محبوبیت کا نتیجہ ہے کہ وصال کی خبر آناً فاناً ہوا پر دوڑ گئی دنیا کے بڑے بڑے ممالک نے ریڈیو پر وصال کی خبر نشر کی اور ہند اور بیرون ہند سے تعزیتی فون، تار اور خطوط کا تانتا بندھ گیا۔وصال کے بعد ایک بجے شب تک خدا ہی جانتا ہے کہ انسانوں کا ہجوم کہاں سے ٹوٹ پڑا کہ دارالعلوم کا وسیع احاطہ ہجوم سے اُبل پڑا ہجوم اور

جنازہ پر کنٹرول دشوار ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ وابستگانِ حق اور محبوب القلب ہستیاں زندگی اور موت دونوں ہی میں محبوب القلب رہتی ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ اللہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں صدیاں گزر جانے پر بھی دلوں میں ان کی روح دوڑتی رہتی ہے اور ان کی محبوبیت بدستو قائم رہتی ہے ان کی معنویت فنا نہیں ہوتی اور وہ مر کر بھی زندہ ہی رہتے ہیں۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(واقعات ص ۲۲۵)

مزید فرماتے ہیں :

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کی قوت اور معنوی مضبوطی کے متعلق میں نے اپنے خسر مولوی محمود صاحب رامپوری سے سنا (جو حضرت مدنی کے تمام کتابوں میں ساتھی اور بے تکلف دوستوں میں تھے) جب حضرت مدنی کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی تو اس وقت عام اہلِ نسبت بزرگوں کی رائے اس پر متفق تھی کہ مولانا مدنی کی نسبت قوت میں حضرت حاجی صاحب کی نسبت کے مشابہ اور نوعیت میں ان سے ملتی جلتی ہے۔ (واقعات ص ۲۲۶)

اسی سے آگے نسبت کی عمومیت وہمہ گیری کے عنوان سے تحریر ہے دیوبند اور غیر دیوبند میں ان کے گرد وپیش ایک میلہ سا لگا رہتا تھا اور ایک مقناطیسی کشش تھی کہ جس میں ذرا سا بھی آہنی مادہ ہوتا وہی ان کی طرف کھنچ کر چلا آتا۔ (واقعات ص ۲۲۷)

بانیٔ تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد :

صاحب واقعات نے ''عظیم روحانی قوت'' کے زیر عنوان حضرت شاہ الیاس صاحب قدس سرہ کے کلمات نقل کیے ہیں تحریر ہے :

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی (ثم الدہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عالمِ جذب میں مولوی ظہیر الحسن ایم۔اے کاندھلوی مرحوم سے خود ان کے مکان پر فرمایا کہ :

میاں ظہیر ! لوگوں نے مولانا حسین احمد کو پہچانا نہیں خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا چاہیں تو نکال سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے اس لیے ان کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس مقصد

کے حصول کے لیے ان کو وہی طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس دنیا میں برتے جاتے ہیں۔(مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم اے مدیر ماہنامہ برہان دہلی) (واقعات ص ۲۲۸)

مزید فرماتے ہیں :

مجھے حضرت مولانا مدنی کی سیاسیات سے اتفاق نہیں کیونکہ وہ میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔اگر سمجھ میں آسکتیں تو میں ان کے جوتے اُٹھا کر ان کے پیچھے پیچھے چلتا۔اور مخالفت ان کی اس لیے نہیں کرتا کہ میں جہنم کی آگ اپنے اوپر حلال کرنا نہیں چاہتا میں دوزخ کی آگ خریدتے ہوئے ڈرتا ہوں اور اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔(واقعات ص ۲۰۹ و ص ۲۱۰)

مزید فرماتے ہیں :

اگر اس تبلیغی کام کی رکاوٹ نہ ہوتی تو حضرت مدنی سے بیعت ہو کر ان کے کام میں شریک ہو جاتا اگر کسی وقت مجھ سے یہ کام چھوٹ گیا تو حضرت مدنی کے ساتھ مل کر (سیاسی میدان میں) کام کروں گا اور اگر کسی وقت حضرت مدنی سے کانگریس کا کام چھوٹ گیا تو وہ بھی وہی کام کریں گے جو میں کر رہا ہوں۔(بروایت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی رفیق خاص حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ)

نیز فرمایا :

حضرت مولانا مدنی وہ دریا ہضم کیے ہوئے ہیں جس کا ایک جرعہ بھی بیخود بنا دینے کے لیے کافی ہے۔(بروایت مولانا احتشام الحسن صاحب)

حضرت شاہ الیاس صاحب رحمہ اللہ کے اصولِ تبلیغ میں ترمیم :

۳؍ذی الحجہ ۹۶ھ ۲۵؍نومبر ۷۶ء پنجشنبہ کو مولانا عبید اللہ صاحب جو مرکزِ تبلیغ نظام الدین اولیاء دہلی میں رہتے ہیں جامعہ مدنیہ میں تشریف لائے اور طلبہ سے خطاب کیا۔طلبہ کے ساتھ مدرسین بھی سننے والے تھے اور خود مولانا کے سب ساتھی بھی۔مولانا موصوف نے اپنی تقریر میں طلبہ پر زور دیا کہ وہ عوام سے گھل مل کر رہیں ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں انہوں نے دورانِ تقریر حضرت شاہ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جماعت تبلیغ کا اور......قریشی صاحبؒ کا واقعہ سُنایا (جو تقسیم کے بعد امیر جماعت تبلیغ پاکستان رہے) کہ قریشی صاحب حضرت شاہ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ کام کرنے والے تھے لیکن شاہ صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ وہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہیں ایک دن قریشی صاحب

سے گفتگو میں یہ معلوم ہوا کیونکہ انہوں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ذکر آنے پر کہا کہ وہ ہندؤوں کے ایجنٹ ہیں اوران کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں۔ ؎۱

حضرت شاہ صاحب ؒ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا کہ میرا ساتھی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس کا یہ خیال! مولانا عبیداللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہمارا دیکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ الیاس صاحب بے چین ہوا کرتے تھے کہ قریشی صاحب ایسا خیال ان حضرت مدنی کے بارے میں رکھتے ہیں جو میرے کیا اس وقت کے سب کے امام ہیں تو انہوں نے اصولِ تبلیغ میں ایک اصول میں ترمیم فرمادی پہلے اصول تھا ''اکرام علماء'' پھر انہوں نے اسے بدل کر ''اکرام مسلم'' کردیا۔ اور اسے قریشی صاحب کے ذہن میں بٹھاتے رہے۔ حتی کہ ایک بار میوات کے علاقہ کے قصبہ نوح میں تبلیغی اجتماع ہوا جس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شمولیت فرمائی تو حضرت شاہ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قریشی صاحب کے ذمہ کیا کہ وہ اپنی کار میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اسٹیشن سے لیں اور دورانِ اجتماع مہمان نوازی کریں اور واپس دہلی لائیں۔ اس طرح ان کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد قریشی صاحب ؒ اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اپنی پچھلی گستاخ کلامی اور سوءِ ظن پر رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے اے اللہ میری توبہ ہے میں ان کے بارے میں ایسے برے خیالات میں مبتلا رہا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا ارشاد :

> میرے نزدیک ابو حنیفہ زمانہ .... مولانا مدنی کی مدح میں کچھ لکھنے والا'' مادح خورشید مداح خوداست'' کا مصداق ہے میرا خیال ہے کہ حضرت کے فضل وکمال، تبحر فی العلم والسلوک سے شاید ہی کسی اہلِ بصیرت کو اختلاف ہو۔ اس ناکارہ کے نزدیک حضرت مدنی ہی رشد و ہدایت اور علم وفضل کے درخشاں آفتاب ہیں۔

محدث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم فرماتے ہیں :

> مشاہیر اسلام میں کسی کو ''بدیع الزماں'' کے لقب سے پکارا گیا ہے اور کسی کو مورخین ''نادرۃ العصر'' لکھتے ہیں جن مشاہیر کو ان الفاظ سے یاد کیا گیا ہے ان کے کسی ایک کمال کے لحاظ سے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں تو ہوں مگر ان کے تمام اوصاف کے لحاظ سے خالی از مبالغہ نہیں لیکن شیخ

؎۱ انگریزوں کے کارندے سچے رہنماؤں سے بدظن کرنے کے لیے طرح طرح کے مناسب وقت الزامات گھڑ لیا کرتے تھے۔ یہ بھی ان ہی کا مختلق (گھڑا ہوا) الزام تھا جو قریشی صاحب جیسے سادہ لوح نے سنا اور اس سے پوری طرح متاثر ہوگئے۔ حامد میاں غفرلہٗ

الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جملہ اوصاف کے لحاظ سے بدیع الزماں نادرۃ العصر اور یکتائے روزگار تھے وہ اپنے متنوع علمی کمالات و باطنی مقامات، بے شمار محاسن اعمال اور بے انتہا بلند اخلاق و کردار کے لحاظ سے بالکل منفرد و بے مثال تھے۔(واقعات ص ۲۲۸)

مزید فرماتے ہیں :

حضرت کے باطنی مراتب کا سمجھنا اہلِ باطن کا کام ہے میں اس کوچہ سے نابلد ہوں مجھے اس کا ادراک کیونکر نصیب ہوسکتا ہے اتنا ضرور ہے۔

احب الصالحین ولست منھم لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

خدا توفیق دے کہ ہم میں اس کے سمجھنے کی طاقت بھی پیدا ہوجائے۔آج نماز فجر کے بعد تلاوت کر رہا تھا جب فاما الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات فھم فی روضۃٍ یحبرون پر پہنچا تو یک بیک دل میں خیال آیا کہ شاید "فی روضۃٍ یحبرون" سے سال وفات کے اعداد برآمد ہوں اس خیال کے آتے ہی رکا اور رک کر حروف کے اعداد پر غور کیا تو ٹھیک ۱۳۷۷ھ برآمد ہوئے۔

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا :

''مجھے اپنی موت پر اس بات کا فکر تھا کہ میرے بعد باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہوگا؟ مگر حضرت مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی''۔(بروایت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی خلیفہ حضرت تھانویؒ) (واقعات ص ۲۱۳)

آپ نے ایک دفعہ فرمایا :

''مولانا حسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے''(بروایت حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔(واقعات ص ۲۱۲)

مولانا مدنیؒ کی اسارت کی خبر پر حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہما نے کسی قدر رنج وحزن کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

''مجھے خیال نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے''۔

اور جب حضّارِ مجلس میں سے کسی خادم نے یہ عرض کیا کہ مولانا مدنی تو اپنی خوشی سے گرفتار ہوئے ہیں تو حضرت نے فرمایا'' آپ مجھے اس جملہ سے تسلی دینا چاہتے ہیں کیا حضرت حسینؓ

یزید کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے مگر آج تک کون ایسا شخص ہوگا جس کو اس حادثہ سے رنج نہ ہوا ہو۔'' (بروایت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی زید مجدہم واقعات ص ۲۳۰ و ص ۲۳۱)

مزید فرماتے ہیں :

''ہمارے اکابر دیوبند میں بفضلہٖ تعالیٰ کچھ خصوصیات رہی ہیں چنانچہ شیخ مدنی میں دو خداداد خصوصی کمال ہیں ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اس قدر نہیں اور دوسرے تواضع کہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے'' (حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بروایت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری خلیفۂ حضرت تھانویؒ (واقعات ص ۲۱۲)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا :

''میں ان (مولانا مدنی) جیسی ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں''۔(واقعات ص ۲۱۰)

............حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم سے ملاقات ہوئی ساتھ میں مولانا محمد مالک صاحب بھی تھے اور ہمارے مدرسین بھی موجود تھے انہوں نے عبدالماجد دریابادی کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے یہ کہا کہ جس شخص نے علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی وہ مسلمان نہیں رہا۔ پھر اپنا از سرِ نو گویا اسلام میں داخل ہونے کا ذکر کیا۔ مفتی جمیل احمد صاحب نے ایک دن حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ دریابادی صاحب یہ کہتے ہیں اور جب ان کا نکاح بقول ان کے مسلمان ہونے سے پہلے ہوا تھا اور بیوی مسلمان تھی تو وہ درست نہیں ہوا اب دوبارہ ہونا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا بالکل ٹھیک کہتے ہو اور مجبور کیا کہ مولانا جمیل صاحب ہی دریابادی صاحب سے یہ بات کہیں۔

حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد :

حضرت مولانا مدنی دام فیوضہم کے مقابلہ میں میرا نام لینا صرف آپ کی چشمِ محبت کا کرشمہ ہے۔ ورنہ میں تو ان کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بزرگوں کا مشورہ ہے ''خاک از تودۂ کلاں بردار'' میرے پاس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے سوا کچھ نہیں۔ (اقتباس مکتوب بنام مولانا ظفیر الدین صاحب)

(مفتاحی مورخہ ۱۲؍ نومبر ۱۹۴۶ء از بھوپال)

مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی فرماتے ہیں :

جو شخص آنحضرت ﷺ سے طبعاً و مزاجاً جتنا زیادہ قریب ہوگا اسی قدر اس میں حکمت زیادہ ہوگی یعنی اس کی قوت نظری و قوت عملی دونوں کا کمال بھی اسی درجہ کا ہوگا اس معیار پر حضرت (شیخ الاسلام) مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت عظمیٰ کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئیگا کہ حضرت مرحوم سعادتِ حقیقی کے اس مرتبہ علیا پر فائز تھے جو سرور کائنات ﷺ کے اضطراری اتباع یا پیروی سے حاصل ہوتا ہے آپ کا ذکر وفکر، طور طریق ،نشست و برخاست معاملات، شجاعت و جرأت ،شوقِ جہاد و غزاء اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بے تابی اور بے چینی دشمنوں کے ساتھ بھی محبت دوستوں کے ساتھ مخدومانہ نہیں خادمانہ برتاؤ۔"اشداء علی الکفار" کے ساتھ " رحماء بینھم"کی مکمل تصویر ذاتی طور پر بے حد متواضع اور فروتن لیکن اسلامی اور دینی امور میں حد درجہ متشدد اور غیور و خوددار، رات رات بھر تہجد و نوافل کے ساتھ قید و بند بھی اور دار و رسن کا خیر مقدم بھی ، اصلاح باطن اور روحانی ارشاد و ہدایت بھی ،خدام و گھر والوں کے ساتھ حسن معاشرت، خندہ جبینی اور لطف و مزاح اور کسی امر شرعی کے عدم امتثال پر زجر و توبیخ بھی اور پھر سب کچھ کسی حظ نفس کی خاطر نہیں۔ بلکہ اللہ اور صرف اللہ کے استرضاء اور اُسوۂ رسول کے اتباع کے لیے۔غور کرنا چاہیے کہ اس زمانہ میں سعادت حقیقی اور حکمت ربانی کا ایسا مظہرِ کامل اور کون ہوگا جس میں آنحضرت ﷺ کی جامع و ہمہ گیر حیات طیبہ کا انعکاس اس طرح نظر آتا ہو۔ (واقعات ص ۲۴۰)

حضرت حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری فرماتے ہیں :

حضرت پیر غلام مجدد صاحب سندھی شہید (اسیر کراچی) جن کے تقریباً سولہ لاکھ مریدین درج فہرست تھے۔ زیادہ تر تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے میری حاضری پر قرآن مجید کو بند کر کے فرمایا" میرے ہاتھ میں تو قرآن مجید ہے بحلف کہتا ہوں کہ جیل میں میں نے جو حالات مولانا مدنی کے بچشم خود دیکھے ہیں ان کی بناء پر میری رائے ہے کہ اس وقت روئے زمین پر مولانا صاحب کا ثانی بزرگی اور اتباعِ شریعت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ آپ ہرگز مولانا صاحب کا دامن نہ چھوڑیئے اگر مولانا صاحب نہ ہوتے تو میں آپ کو مرید کر لیتا۔" غرض کہ پیر صاحب کی سعی و

سفارش سے حضرت نے مجھے داخل سلسلہ فرمایا۔

حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی فرماتے ہیں : (رکن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

عرصہ ہوا استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ریاض احمد صاحب نے اپنے ایک عزیز شاگرد سے فرمایا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ (بالفرض) اگر اس دور میں رسول اکرم ﷺ ہندوستان تشریف لائیں تو کہاں قیام فرمائیں گے اس کے بعد خود ہی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پورے ہندوستان میں صرف دو شخص ہیں جن کے یہاں آپ کا قیام ہوسکتا ہے ایک شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ،دوسرے نائب امیر شریعت مولانا محمد سجاد صاحب کیونکہ یہ دونوں صحابہ جیسی زندگی گزارتے ہیں اور مسلمانوں سے اسی زندگی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا افضال الحق صاحب قاسمی اعظمی فرماتے ہیں :

(مفسرِ قرآن) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی اس بات میں کوئی مبالغہ نظر نہ آیا جو انھوں نے (شوال ۶۰ھ میں) اثنائے درس فرمائی تھی کہ ’’مولانا حسین احمد صاحب (مدنی) اس زمانے کے اولیاء اللہ کے امام ہیں‘‘۔

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں :

۱۹۲۰ء میں جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس ہورہا تھا حضرت مدنیؒ سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔اس وقت آپ حضرت شیخ الہندؒ کے مخلص خادم تھے اور میری نگاہ میں یہی آپ کے دو خصوصی وصف ہیں اخلاص اور جذبۂ خدمت۔آپ بارگاہ امدادیہ سے فیض یاب ہوئے اور آپ نے دربارِ رشیدی سے فیوض حاصل کیے اور اس کے بعد تا آخر حضرت شیخ الہندؒ سے کسب کمال کیا۔غرض ہر طرح دولتِ اخلاص سے بھر پور اور بادۂ عشق سے مخمور ہوگئے۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس دریا کا ایک پیالہ بھی ضبط کرنا مشکل ہے،(حضرت مدنیؒ) سات سمندر چڑھائے ہوئے ہیں پھر بھی ضبط موجود ہے کیا مجال ہے کہ ساغر چھلک جائے۔

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۲ قسط نمبر۵

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

عبدالماجد دریابادی اور مولانا عبدالباری ندوی کی زبانی اِن ہی اوصاف جلیلہ کا حال درج کرتا ہوں :

مولانا عبدالباری ندوی رحمہ اللہ :

وہ تحریر فرماتے ہیں :

حضرت حکیم اُلامّت کی جوتیوں تک کیسے پہنچا اس کو آگے سُنیے :

مولانا عبدالماجد دریابادی سے میرے کم وبیش ساٹھ سال کے تعلقات ہو چکے ہیں جب وہ بی اے میں فلسفہ کے طالب علم تھے تو میں ندوہ میں متوسطات کا۔ ان پر عقلیت ، ارتیابیت اور اس کے بعد الحادیت کا دور گزرا۔ ان کے والد مرحوم جب حج کے لیے گئے تو سُنا ہے رو رو کر بس اِن ہی کے لیے دُعائیں کرتے رہے۔ اور دُعاء ہی نہیں (بلکہ) خود بھی ایسے مقبول ہوئے کہ وہیں آخرت کی جنت تک روک لیے گئے۔

ایک جملہ معترضہ اور کہ تحریکات کے دوران میں ان کا مولانا محمد علی سے بغایت عقیدت ہی نہیں ، محبت ہوگئی تھی اور انہی کی وجہ سے چند دن سیاست میں بھی شریک رہے بلکہ شاید خلافت کمیٹی یوپی کے صدر بھی رہے۔ اور مولانا محمد علی کی زیرِ ادارت دہلی سے جو ہمدرد اخبار نکلتا تھا اس کے بالکلیہ

ذمہ دار اور نگران تھے۔ آمدم برسرِ مطلب نہیں معلوم کیونکر اچانک ان کو کسی سے بیعت ہونے کا خیال آیا۔ خواہ اس کو اس الحاد کا ردِ عمل کہہ لیجیے یا ان کے والد مرحوم کی دُعاؤں کی مزید مقبولیت احقر کے تعلقات ان سے اتنے زیادہ تھے کہ وہ اس راہ میں بھی رفیقِ طریق بنانا چاہتے تھے ان کا رجحان مولانا مدنی کی طرف ہوا اور ان سے دونوں کا بیعت ہونا طے ہو گیا۔

جب ہم لوگ دیوبند اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا مولانا تشریف فرما ہیں اور ڈبہ کا دروازہ کھلتے ہی بجائے قلی کے خود ہی ہم لوگوں کا سامان اُٹھا لینا چاہا کچھ طلبہ بھی ساتھ تھے انہوں نے حضرت سے سامان لے جا کر تانگہ پر رکھ دیا اور ہم دونوں کو مولانا کے ساتھ بٹھا دیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر تھا ہم لوگوں کو بھی وہیں ٹھہرایا اور جس مدعاء کے لیے حاضر ہوئے تھے اس کی نسبت فرمایا میں اس کے لائق بالکل نہیں تم دونوں کو مولانا تھانویؒ سے بیعت ہونا چاہیے ماجد میاں نے برجستہ اپنی ذہانت کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ حضرت سُنا ہے کہ اس راہ کا پہلا قدم تو خود رائی کو فنا کرنا ہے اور ہم پہلے قدم آپ کی مخالفت کریں گے تو آگے کیا چلیں گے مگر مولانا نے اس قسم کے سارے معروضات سُنے اَن سُنے فرما دیے اور دوسرے ہی دن غالباً پہلی گاڑی سے ہم دونوں کو لے کر تھانہ بھون پہنچے۔ حضرت تھانویؒ نماز کے بعد فارغ ہوئے ہی تھے کہ نظر حضرت مدنی پر پڑی پھر ان کو ساتھ لے کر اپنی مستقل نشست گاہ سہ دری میں تشریف فرما ہو گئے اور جلد ہی ہم دونوں کو حاضری کا ارشاد ہوا۔

حاضری پر دیکھا تو دونوں میں گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ ہر ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بلکہ اس پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ میں ان کے لائق نہیں آپ ہی قبول فرمالیں چند منٹ کے لیے دونوں حضرات نے تخلیہ بھی فرمایا اس کے بعد پھر ہمارے حضرت مدنی اپنی ہی درخواست پر اصرار فرما رہے تھے چنانچہ حکیم الامّت قدس سرہ نے اپنے حکیمانہ رنگ کا جواب دے کر معاملہ ختم فرمایا کہ نہ تو میں جنید و شبلی ہوں اور نہ ہی آپ، ان کے لیے دونوں کافی ہیں مگر ان کو مناسبت آپ سے زیادہ ہے اس لیے ان کو آپ ہی اپنے ساتھ لے جائیں۔

مناسبت کا اندازہ حضرت نے شاید اس طرح فرمایا کہ ماجد میاں تو اس وقت اپنے محبوب و ممدوح مولانا محمد علی مرحوم کے کھدری لباس میں سر سے پیر تک ملبوس تھے اور شاید اس وقت کی رائج الوقت کھدر کی ٹوپی میرے سر پر بھی تھی۔

اس کے بعد سالانہ حاضری تو ہم دونوں کی دونوں جگہ ہوتی تھی مگر میری زیادہ سے زیادہ ہفتہ دو ہفتہ ماجد میاں اہل وعیال کے ساتھ کم وبیش ہر سال ماہ دو ماہ مستقل تھانہ بھون میں مقیم ومستفید رہتے، اپنی بدقسمتی اور حیدر آباد کی ملازمت کی پابندیوں کی وجہ سے تعطیلاتِ گرما میں ہفتہ عشرہ یا زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ کے لیے تھانہ بھون میں اور آتے جاتے ایک دو دن کے لیے دیوبند میں حاضری دیتا۔ ایک بات رہ گئی کہ دیوبند واپسی پر حضرت مدنیؒ نے ہم دونوں کو بیعت فرمالیا تھا۔ (بزمِ اشرف کے چراغ ص ۲۶۷و۲۶۸)

اس مضمون کے بعد میں نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب ''حکیم الامت'' دیکھی اس میں اس اجمال کی شرح ہے اسکے بہت سے فوائد ہیں خصوصاً فلسفہ والحاد کے شکار لوگوں کے لیے اس لیے نقل کرتا ہوں ترتیب میری ہے۔ انھوں نے اپنے حالات اپنے شیخ مربی حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں یوں تحریر فرمائے ہیں :

ایک انگریزی خواں ہوں، مدتوں مغربی فلسفہ کے اثرِ ضلالت بلکہ الحاد کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔ خدا اور رسول کی شان میں گستاخیاں کرتا رہا برسوں کے بعد اسلام وایمان کی طرف مراجعت نصیب ہوئی زیادہ تر مثنوی کی برکت سے گو اسے بھی بے سمجھے ہی پڑھا۔ اکبر الہ آبادی کی صحبتیں بھی اصلاحی اثر ڈالتی رہیں۔ (حاشیہ میں ہے کہ یہ مولانا کے بڑے معتقد ومداح تھے اور مولانا بھی ان کے بڑے معترف) اب ''سچ'' [۱] ہفتہ وار کے ذریعہ اپنی بساط کے لائق دین کی خدمت میں لگا لپٹا ہوا ہوں اور اپنے لکھے کو آپ مٹاتا رہتا ہوں۔

ماضی کی بیہودگیوں کا تو ذکر وحساب ہی نہیں بڑی فکر حال کی ہے خدا معلوم اب بھی صراط مستقیم سے کتنی دور ہوں اب تک کسی بزرگ سے نہ بیعت نصیب ہوئی نہ طویل صحبت دل کی کشش صاحب مثنوی کے بعد شارح مثنوی حاجی صاحب مہاجر مکیؒ [۲] کی جانب رہی۔ زندہ ہستیوں میں نظر بار بار مولانا حسین احمد صاحب کی جانب اُٹھتی ہے بعض احباب کا مشورہ مولانا انور شاہ صاحب سے متعلق ہے، مشیر و مبصر آپ سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے جناب کی تصانیف سلوک حال میں دیکھیں اور دل پھڑک گیا۔ اب تک آپ کو صرف مولوی کی حیثیت سے جانتا تھا عارفانہ کمال کا حال تو اب کھلا

---

[۱] ''سچ''، ''صدق'' کا قدیم نام ہے، مولانا محمد علی مئی ۱۹۲۸ء میں جب یورپ علاج کے لیے روانہ ہوئے تو اپنا مشہور زمانہ ''ہمدرد'' میرے سپرد کر گئے تھے۔ شاید ۱۹۲۷ء میں مولانا عبدالماجد اس کے ڈائریکٹر رہے ہوں۔ نیز مولانا موصوف صوبہ اودھ کی خلافت کمیٹی کے صدر تھے جیسے کہ انہوں نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ا پر متن اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ [۲] حاشیہ میں ہے حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا کے پیر ومرشد۔

گو گستاخی معاف جناب کی سیاسی رائیں اب بھی میرے لیے ایک معمہ ہیں۔ بہر حال اب درخواست امورِ ذیل میں رہنمائی کی ہے۔

(۱) موجودہ بزرگوں میں سے کس کا انتخاب بیعت یا صحبت کے لیے کروں۔

(۲) اپنی اصلاح قلب کے لیے خود جناب والا سے بھی مراسلت اور تھانہ بھون میں حاضری چاہتا ہوں۔ (ص ۵ و ص ۶ مع حاشیہ مولانا دریابادی)

یہ خط انہوں نے ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ ۱۸ر نومبر ۱۹۲۷ء کو لکھا تھا جس کا جواب ۲۵ر نومبر کو موصول ہوا اس کے بعد ایک خط اور لکھا اور اس کے جواب کے بعد مکاتبت میں تعطل رہا۔

وہ اس کتاب میں ص ۷ پر ۱۹۲۷ء کا اپنا حال لکھتے ہیں۔

حضرت مدنیؒ جانشینِ شیخ الہندؒ :

مولاناؒ کی ہستی اس وقت ایک راز، ایک معمہ تھی، جمعیۃ علماء کا زور تھا گو گھٹا ہوا۔ محمد علی، شوکت علی کا دور تھا گو شباب سے اُترا ہوا، مسلمان خلافت کمیٹی کے ساتھ تھے اور خلافت کمیٹی کانگرس اور گاندھی جی کا ساتھ دے رہی تھی۔

شیخ الہند محمود حسنؒ دیوبندی اور ان کے بعد مولانا عبد الباری فرنگی محلی دونوں اپنے اپنے وقت میں مسلمانوں کی آنکھوں کے تارے بن کر رہے اور اب جانشینِ شیخ الہندؒ کی حیثیت مولانا حسین احمد صاحب کو حاصل ہو رہی تھی۔

ص ۱۰ پر ایک جگہ لکھتے ہیں :

نام ذہن میں گھوم پھر کر وہی دیوبند کے دونوں بزرگوں کے آرہے تھے۔ مئی میں دلی جانا ہوا۔ محمد علی ہر چیز کے راز دار اور بہترین و مخلص ترین مشیر تھے۔ ذکر اُن سے آیا تو انہوں نے بلا تامل ووٹ مولانا حسین احمد صاحب کے حق میں دے دیا۔ مولانا انور شاہ کی بزرگی اور علم و فضل کے وہ بھی قائل تھے لیکن رائے وہی رکھتے تھے جو بعض اکابر حنفیہ نے ابن تیمیہؒ سے متعلق ظاہر کی ہے کہ ان کا علم و فضل ان کی فہم ؎۳ سے بڑھا ہوا ہے بہر حال اس ترجیحی ووٹ (casting) نے تذبذب کی صورت ختم کر دی دل پہلے سے بھی اسی طرف جھک رہا تھا۔

شروع جون میں بڑے تیز قسم کا بخار آیا۔ اس زمانہ میں قوالی سُنا کرتا تھا۔ شدت کے وقت قوال سے مثنوی کے

؎۳ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا محمد علیؒ کی یہ رائے سرسری ہوگی ان کے محققانہ ملفوظات و کتب شائع نہ ہوئی گی اور قریب اور ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا ورنہ ایسی کمزور رائے نہ ہوتی۔ حامد میاں غفرلہ

اس شعر کی فرمائش کی۔

چوں خلیل آید خیالِ یارِ من صورتش بت معنی او بت شکن

اور عالم تصور میں خیال ان ہی جانشینِ شیخ الہند ؒ کا جمایا (خوب رقت طاری ہوئی اور طبیعت نسبتاً ہلکی ہوگئی۔ (ص ۱۰ و ص ۱۱)

اس کے بعد مولانا حاجی شاہ عبدالباری ندوی (جو مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ہم نام تھے) کا تذکرہ ہے کہ وہ لڑکپن کے دوست تھے ان سے اس موضوع پر گھنٹوں گفتگو رہتی تھی اور اگرچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ عقیدت تھی اور بزرگی سب سے بڑھ کر ان ہی کی مسلم تھی مگر ان سے سیاسی اختلاف حائل تھا۔

پھر ص ۱۲ پر تحریر ہے :

رفیقِ قدیم مولوی عبدالباری صاحب ندوی کے ساتھ مل کر دیوبند چلنے کی ٹھہر گئی اور جون ۱۹۲۸ء کی کوئی آخری تاریخ تھی کہ صبح کے وقت ہم دونوں لکھنؤ سے لمبا سفر کر کے دیوبند اسٹیشن پہنچ گئے۔ یہاں کی حاضری کا یہ بالکل پہلا موقع تھا۔ اسٹیشن پر دیکھا تو مولانا خود استقبال کے لیے موجود مولانا کی بزرگی کے قائل خوش عقیدہ حضرات جس بناء پر بھی ہوں اپنی نظر میں تو ان کی بڑی کرامت ان کا ایثار انکسار تواضع بے نفسی ہی ہے علم و فضل، فقر و درویشی کی بحثوں کو چھوڑیئے لیکن جہاں تک ؎

هم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا خاکساری اپنی کام آئی بہت

کا تعلق ہے مولانا ۱۹۲۸ء میں نہیں ۱۹۴۳ء بلکہ نہیں اس وقت یعنی ۱۹۴۸ء میں بھی اس دیکھنے والے کی نظر میں اپنی نظیر بس آپ ہی ہیں اور محمد علی جوہر نے یہ شعر کہا تو اپنے شیخ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے حق میں ہے لیکن صادق مولانا دیوبند پر بھی لفظ بلفظ آرہا ہے ؎

ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ یاں کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

دوسروں کو شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو جو ان مولانا کو دوسروں کا کام کر دینے میں آتا ہے گھر پر آ کر ملئے تو آپ کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے جا کر لائیں آپ کے لیے بستر بچھا دیں سفر میں ساتھ ہو جایئے تو دوڑ کر آپ کے لیے ٹکٹ لے آئیں قبل اس کے کہ آپ ''ٹکٹ گھر'' کے قریب بھی پہنچ سکیں۔ تانگہ کا کرایہ آپ کی طرف سے ادا کر دیں اور آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں پیسہ ٹٹولتا ہی رہ جائے۔ ریل پر آپ کا بستر کھول کر بچھائیں۔ آپ کے لوٹے میں پانی لے آئیں۔ آپ کا سامان اپنے ہاتھ سے اُٹھانے لگیں۔ تین دن کے قیام دیوبند میں روایتیں مشاہدہ بن کر رہیں اور شنیدہ دیدہ میں تبدیل ہو کر تکلفات اور حاضرین اور مہمان داریاں کھانے پر کھانا اور چائے پر چائے۔

بیعت کے سوال پر ارشاد ہوا کہ یہاں کیا رکھا ہے ذرا تھانہ بھون تو چلیے ۔ یہاں تو نیت ہی یہی تھی ایک روز سہ پہر کو یہ مختصر سا قافلہ چل کھڑا ہوا گویا ع

مومن چلا ہے کعبہ کو ایک پارسا کے ساتھ

البتہ یہاں اپنے ساتھ پارسا ایک نہیں دو تھے اور سفر ''کعبہ'' کا نہیں ''کعبہ مقصود'' کا تھا ایسی منزل کے لیے رہبر بھی اس سے بہتر اور کون مل سکتا تھا اللہ اللہ! ایسے سفر کی سعادت ہی کب نصیب میں معلوم ہوتی ؎

ہے آرزو کہ ابروے پُرخم کو دیکھئے　　اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

آمدم برسرِ مطلب ۔ کیا ہرج ہے اگر یہ پُرانا بہت پُرانا فرسودہ فقرہ ایک بار پھر نئی زبانوں پر چڑھ جائے ۔ جملہ معترضہ بڑا طویل ہو گیا لیکن لا طائل نہیں ۔ اب ناظرین کرام تکلیف اُٹھا کر ایک بار پھر تھانہ بھون اسٹیشن پر پہنچیں ۔ تاریخ ۳۰ رجون ۱۹۲۸ء وقت کوئی ساڑھے نو شب قافلہ مختصر سا تین آدمیوں کا اسٹیشن پر اُترا تین میں سے ایک خود نامور لیڈر اور شیخ الحدیث باقی دو میں سے ایک عالم دوسرا عامی، اسٹیشن اس وقت تک ٹاؤن کا کھلا نہ تھا وہی پرانا بڑا اسٹیشن تھا جو اب عوام کی زبان پر جلال آباد کے نام سے مشہور ہے یہاں سے قصبہ تھانہ بھون کا فاصلہ کوئی تین میل ہو گا تانگہ کرایہ پر کیا اور سُنسان راستوں سے گزرتے کوئی آدھ گھنٹہ میں قصبہ کے اندر پہنچ گئے ۔ جذبات میں جب بجائے '' جزر'' کے ''مد'' ہو اور خیالات میں تلاطم تو یہی آدھ گھنٹہ کئی گھنٹوں کا معلوم ہونے لگتا ہے عقیدت تازہ بھی تھی اور تیز بھی ۔ تخیل خوب خوب نقشے پیش کرتا رہا ۔ تانگہ خانقاہ امدادیہ ؎ کے دروازہ پر رُکا اور کرایہ مولانا حسین احمد صاحب نے دیا ۔ سہارنپور اسٹیشن پر کھانا بھی تو ان ہی نے مسلم ہوٹل میں لے جا کر کھلایا تھا اور دیوبند اسٹیشن پر ٹکٹ بھی تو وہی جھپٹ کر لے آتے تھے اور ہم دونوں سن میں اُن سے کہیں چھوٹے منہ دیکھتے ہی رہ گئے تھے ۔ جس سفر میں وہ ساتھ ہوں چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی خدمت گزاری میں کون اُن سے پیش پا سکتا ہے؟

اس کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں :

(نمازِ فجر حضرت نے خود ہی پڑھائی) نماز ختم ہوئی سلام پھیرا دعاء مانگ کر جوں ہی حضرت اُٹھتے ہیں نگاہ پہلی صف میں مولانا حسین احمد صاحب پر پڑ گئی ان کی طرف خود ہی بڑے تپاک سے بڑھے اور بڑے التفات سے ملے ۔ لوگ

؎ مولانا عبدالماجد صاحب نے اس مقام پر لکھا ہے کہ ''امدادیہ'' کو یہاں کوئی لفظ کو آپریٹیو (co-operarative) کا ترجمہ نہ سمجھ لیں (جیسا کہ آگرہ کے ایک مشہور شاعر چند سال ہوئے یہی سمجھتے تھے) حکیم الامت کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا وطن بھی یہی قصبہ تھا یہیں ان کا حجرہ اور مسکن تھا حجرہ اب تک اسی حالت پر قائم ہے اور صحن، مسجد، عمارت اور خانقاہ میں بہت زیادہ اضافہ کر کے مجموعہ کا نام ان ہی کے اسم مبارک پر ''خانقاہ امدادیہ'' رکھ دیا گیا ہے ۔ (ص ۱۴)

تو کہتے تھے بڑے خشک مزاج ہیں۔ خشک مزاج ایسے ہی ہوتے ہیں؟ یہ نرم بشاش چہرہ یہ ہنستا مسکراتا ہوا بشرہ کسی خشک مزاج کا ہوسکتا ہے؟ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے اور اُن کے بے لطفی ہے ناچاقی ہے کانوں نے بیشک یہی سُنا تھا لیکن اس وقت تو آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ دو دشمن نہیں دو دوست گلے مل رہے ہیں تعظیم و تکریم مولانا حسین احمد صاحب کی طرف سے تو خیر ہوتی ہی عادتِ طبعی کی بناء پر بھی اور سن میں چھوٹے ہونے کی بناء پر بھی لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ اِدھر سے بھی آداب و رواسمِ تکریم میں کوئی کمی نہ تھی۔ لاحول ولاقوۃ لوگ بھی کیسی کیسی بے پر کی اُڑایا کرتے ہیں اور لوگ بھی کون؟ عوام کالانعام نہیں اچھے اچھے پڑھے لکھے خاصے ثقہ راوی خود ان ہی دونوں حضرات کے خدام و مریدین بعض راوی زبانِ قال سے اور بعض راوی زبانِ حال سے الحمدللہ کہ دونوں روایتیں آج غلط نکلیں مولانا نے تعارف ہم دونوں کا کرایا ہم دونوں سے بھی شگفتہ اخلاق والتفات۔ (ص۱۶ وص ۱۷)

اشراق کے وقت جب حضرت تھانویؒ اپنے دوسرے معمولات کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت مدنیؒ نے سرگوشی میں یہ فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بیعت ہونے آئے ہیں حضرت تھانوی نے جو جواب دیا وہ انہوں نے سُنا کہ میں اُس وقت بیعت کرتا ہوں کہ کم از کم چھ ماہ خط و کتابت رہ لے یا طویل قیام کے بعد، غرض مناسبت کے یقین ہونے پر بیعت کرتا ہوں بغیر اس کے حسن اعتقاد بالکل ناکافی ہے آپ میرا یہی پیغام ان حضرات کو پہنچادیں۔

دوسری نشست چاشت کے وقت شروع ہوئی مولانا سے ارشاد فرمایا کہ آپ نے میرا پیام ان حضرات تک پہنچا دیا پھر کیا رائے قرار پائی جواب مولانا کیا دیتے میں خود ہی ہمت و جراءت کر کے بولا :

حضرت معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غلط فہمی ہوگئی درخواست تو صرف اس قدر تھی اور یہی میں کئی مہینے ہوئے خط کے ذریعہ سے بھی پیش کر چکا تھا کہ حضرت ہمیں انتخاب مرشد میں اپنے ارشاد و مشورہ سے مستفید ہم لوگوں کی ناقص نظر میں جو چند بزرگ ہیں ان میں سے نمبر اول پر مولانا حسین احمد صاحب اب آگے جناب کا جیسا ارشاد ہو یہی میں نے اس عریضہ میں بھی عرض کیا تھا اور اسی لیے یہ سفر بھی تھا۔

حضرت مدنیؒ کے حق میں حضرت تھانویؒ کی شہادت :

حضرت نے تبسم کے ساتھ مولانا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پھر آپ نے یہ کیا فرمایا تھا؟ اور ہم لوگوں سے ارشاد ہوا کہ آپ کا انتخاب بالکل صحیح ہے؟ میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں آپ مولانا ہی کے ہاتھ پر بیعت کیجیے :

> ''لیکن مجھ میں تو اس کی بالکل اہلیت نہیں اور جناب کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف رخ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔''

''مگر مجھ پر تو آپ کو اعتماد ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ میں اہلیت ہے آپ ہی ان حضرات کو لیجیے۔''

اس سوال وجواب کے بعد مزید مکالمت کی گنجائش ہی اب کہاں تھی۔ (ص ۲۲)

آگے چل کر تحریر ہے :

باتیں خوب ہوئیں یاد کر لیجیے کہ ۱۹۲۸ء تھا اور ایک مخاطب روزنامہ ''ہمدرد'' کا ڈائریکٹر تھا صبح اور دوپہر کی ملا کر طویل صحبت میں سیاسی پہلوؤں پر گفتگو آجانا ناگزیر سا تھا گفتگو آئی حضرت نے اتنی معقولیت سے کی کہ ساری بدگمانیاں کافور ہوکر رہیں کون کہتا ہے حضرت ''گورنمنٹی'' آدمی ہیں لاحول ولاقوة جس نے بھی ایسا کہا جان کر یا بے جانے بہرحال جھوٹ ہی کہا یہ تو خالص مسلمان کی گفتگو تھی مسلمان بھی ایسا جو جوشِ دینی اور غیرتِ ملی میں کسی خلافتی سے ہرگز کم نہیں۔ پاکستان کا تخیل خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں پہلے پہل اس قسم کی آواز یہیں کان میں پڑی بس صرف حضرت کو ہم لوگوں کے اس وقت کے طریقِ کار سے پورا اتفاق نہ تھا لیکن یہ اختلاف تو کچھ ایسا بڑا اختلاف نہیں، نفس مقصد یعنی حکومت کافرانہ سے گلوخلاصی [۵] اور دارالسلام کے قیام میں تو حضرت ہم لوگوں سے کچھ پیچھے نہ تھے عجب نہیں جو کچھ آگے ہی ہوں۔ (ص ۲۳)

مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی تلمیذ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند ایم۔اے سابق سربراہ شعبۂ اسلامیات علیگڑھ یونیورسٹی حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

اسلام میں اعلیٰ اور مکمل زندگی کا تصور یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے ساتھ فکر ونظر کی بلندی اور جہد وعمل میں پختگی اور ہمہ گیری ہو اور یہ سب کچھ تعلق باللہ کے واسطے سے ہو۔ مولانا اس دور میں اس معیار پر جس طرح پورے اُترتے تھے ہندوپاک تو کیا پورے عالمِ اسلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ علم وفضل کا یہ عالم کہ اسرار وغوامض شریعت وطریقت ہر وقت ذہن میں مستحضر کسی سائل نے کوئی مسئلہ پوچھا نہیں کہ معلومات کا سمندر اُبلنے لگا چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی طرح حضرت مولانا کے مکتوبات جو کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور جو سب کے

---

[۵] مولانا عبدالماجد صاحب مرحوم نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے۔ حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا، حضرت کو حکومتِ وقت سے جو مخالفت تھی وہ اس کے ''کافرانہ'' ہونے کی بناء پر تھی نہ کہ اس کے بدیسی یا غیر ملکی ہونے کی بناء پر۔ (حاشیہ ص ۲۳ حکیم الامت مطبوعہ اعظم گڑھ)

سب بے ساختہ اور قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں علم وفضل اور حکمتِ ربانی کا گنجینہ ہیں علم شریعت وتصوف کے علاوہ تاریخ ،جغرافیہ اور بین الاقوامی سیاسیاتِ حاضرہ اور علی الخصوص مشرق وسطی کی سیاسیات پر بڑی گہری اور مبصرانہ نگاہ رکھتے تھے اور اس پر برابر غور وفکر کرتے رہتے تھے کلکتہ میں ناگاہ قبائل کا تذکرہ آ گیا تو مولانا نے ان قبائل کی تاریخ اور ان کی جغرافیائی پوزیشن پر اس قدر عالمانہ اور مبصرانہ تقریر کی کہ سننے والے حیران رہ گئے ۔عربی زبان خالص عربی لب ولہجہ میں بولتے اور گھنٹوں اس میں برجستہ تقریر کر سکتے تھے ۔ترکی زبان سے واقف اور مگھدی زبان سے آشنا تھے اس زبان کے بعض گیت اور اشعار یاد تھے ۔سلوک ومعرفت میں یہ حال تھا کہ لاکھوں مسلمانوں نے تجلیۂ باطن کا فیض حاصل کیا اور رُوحانی مقامات طے کیے ۔(واقعات ص ۲۳۸و ۲۳۹)

بدقسمتی سے مجھ کو حضرت کی صحبت ومجلس میں زیادہ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔سال بھر میں دو ایک مرتبہ شرفِ ملاقات ونیاز حاصل ہو گیا تو ہو گیا اور وہ بھی چند منٹوں کے لیے لیکن ان مختصر لمحات میں بھی جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا ہے اگر اسی کو قلم بند کیا جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو سکتا ہے اور افسوس کہ اس وقت اس کی نہ فرصت ہے نہ دماغ ۔البتہ اس موقع پر صرف ایک واقعہ عرض کروں گا جو حضرت کی وفات سے صرف ایک ہفتہ پہلے کا ہے اور جس نے مجھ کو بے حد متاثر کیا :

۲۳ر نومبر ۱۹۵۷ء کو میں دیوبند پہنچا اور چند حضرات کی معیت میں دن کے گیارہ بجے حضرت کی مزاج پرسی کے لیے آپ کے مکان پر حاضر ہوا حضرت کئی ماہ سے علیل تھے اور جس روز میں پہنچا ہوں اس سے ایک ہفتہ پہلے سے طبیعت بہت ہی زیادہ خراب تھی ۔سات دن اور راتیں اس طرح گزر گئی تھیں کہ ایک لقمہ حلق سے نیچے نہیں اُترا تھا ،جو کچھ تناول فرماتے فوراً استفراغ کے ذریعہ معدے سے خارج ہو جاتا ۔ایک منٹ کے لیے پلک نہیں جھپکی تھی سونا تو بڑی بات ہے ۔سیدھی کمر کر کے لیٹنا تک میسر نہیں ہو سکا تھا کیونکہ لیٹنے سے حوالی قلب میں شدید قسم کا درد اُٹھنے لگتا تھا مسہری پر اِدھر اُدھر تکیے لگا دیے گئے تھے اور بس آپ انہیں کے سہارے ایک ہی وضع اور ایک ہی حالت میں بیٹھے رہتے تھے سوچنا چاہیے کہ ایک تراسی برس کا ضعیف العمر انسان جس کی ساری عمر جد وجہد وریاضت میں بسر ہوئی اور جس نے راحت وتن آسانی کا کبھی منہ بھی نہ دیکھا ہو اور اب وہ اس قدر شدید بیمار اور چند در چند امراض کا شکار ہو تو اُس کی اس وقت کیا حالت ہونی چاہیے لیکن بایں ہمہ جب مجھ کو زنان خانہ میں حضرت کے پاس پہنچایا گیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی میں نے

دیکھا کہ میرے سامنے بجائے کسی زار ونحیف مریض کے کوہ وقار وجلال بیٹھا ہوا تھا، نہ آہ تھی نہ کراہ۔ چہرے پر پژمردگی کے بجائے ایک خاص قسم کا جلال اور نور تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے سلام کیا اور مصافحہ کرکے سر جھکا کر خاموش بیٹھ گیا اس ڈر سے مزاج پرسی تک نہ کی کہ حضرت کو بولنے میں تکلیف ہوگی لیکن حضرت جن کو خدام کی دلجوئی کا اس عالم میں بھی ہر وقت خیال رہتا تھا کہاں چپ رہنے والے تھے فوراً ایک مزاحیہ فقرہ چست کردیا۔ میں اس مرتبہ ایک مدت کے بعد دیوبند گیا تھا اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے نیم تبسم کے ساتھ فرمایا :اب تو آپ دیوبند کی سردیوں کو بھی بھول گئے ہوں گے۔

۲۵ر نومبر کی شام کو ۵ بجے کے قریب سہارنپور کے مشہور ڈاکٹر برکت علی صاحب نے حضرت کا بہت مفصل اور بڑی توجہ کے ساتھ معائنہ کیا۔ اور اس کے بعد مردانہ نشست گاہ میں آکر جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے علاوہ بیسیوں علماء اور خدام کے ساتھ میں بھی بیٹھا ہوا تھا ڈاکٹر صاحب موصوف نے بیان کیا کہ حضرت میں اب کچھ رہا نہیں بس چند روز کے مہمان ہیں اب صرف اپنی قوتِ ارادی کے سہارے زندہ ہیں اور یہ قوتِ ارادی اس غضب کی ہے کہ اسی کے ذریعہ مرض کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کسی پر اپنے اندرونی کرب کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ ڈاکٹر صاحب کی اس رپورٹ کے بعد شیخ الحدیث حضرت کی زیارت کے لیے زنان خانے میں جانے لگے تو پھر خاکسار بھی ساتھ ہولیا اندر پہنچ کر سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے حضرت کا دستِ اقدس ہاتھ میں لیا تو بس دل بیٹھ گیا جو ہاتھ کل تک کافی گرم تھے اس وقت برف کی طرح ٹھنڈے تھے اب حضرت رحمہ اللہ شیخ الحدیث کی طرف متوجہ ہوگئے اور چند منٹ تک ان سے کچھ فرماتے رہے جس کو موخر الذکر خاموشی کے ساتھ گردن جھکائے سنتے رہے کیا فرمایا؟ میں نے نہ اس کو سُنا اور نہ پاسِ ادب سے اس کو سُننے کی کوشش کی۔ اس کے بعد حضرت نے پوچھا: کیا آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ شیخ الحدیث نے جواب نفی میں دیا تو حضرت نے فرمایا: اچھا جایئے نماز پڑھیے۔ اب شیخ الحدیث کے ساتھ یہ خاکسار بھی باہر آگیا۔ یہ بس زندگی میں حضرت کی آخری زیارت تھی۔ ان چند منٹوں میں قلب ودماغ نے جو کچھ محسوس کیا اس کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ (مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ایم۔اے)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم :

مولانا کا ایک بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اور اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی بقاء وقیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی یہ وہ وقت تھا جبکہ بڑے بڑے کوہِ استقامت جنبش میں آگئے سب یہی سمجھتے تھے کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں دو چار ہی دور ایسے گزرے ہیں جب مسلمانوں اور اسلام کی بقاء کا سوال آگیا ہے۔ ۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا اور سارا دارومداران پر تھا یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحبِ عزم مجاہد بندے وہاں جمے رہے ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں۔ آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور اور دیوبند مشرقی پنجاب کے ان اضلاع سے متصل ہیں جہاں کشت وخون کا ہنگامہ گرم تھا لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اور انھوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا انہوں نے کہا کہ ''مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں ہے اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اگر فتوی کی ضرورت ہے تو ہم فتوی دینے کو تیار ہیں۔''

اس وقت جو ہندوستان میں اسلام اور مسلمان قائم ہیں یہ انہی بزرگوں کا احسان ہے۔ ہندوستان میں جو مسجدیں اس وقت قائم ہیں اور اُن میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی۔ یہ ان کا طفیل ہے ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں قائم ہیں اور جو فیوض وبرکات ان سے صادر ہورہے اور ہوتے رہیں گے انہیں کے رہینِ منت ہوں گے اور ان سب کا ثواب ان کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا رہے گا اس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سارے ملک کا دورہ بھی کیا ایمان آفریں اور ولولہ انگیز تقریریں کیں اور اپنے ذاتی اثر ورسوخ اپنی تقریروں اور خود اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو اس ملک میں رہنے، اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔

مولانا (مدنی ؒ) خاندانی یا ذاتی حیثیت سے کوئی رئیس ومتمول شخص نہ تھے مگر اللہ نے ان کو بادشاہوں جیسا حوصلہ اور ظرف (خدا مجھے معاف کرے میں نے غلط کہا) بلکہ اہلِ اللہ اور نائبین انبیاء جیسا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا ساری زندگی الید العلیاء خیر من الید السفلی پر عمل رہا۔ وہ بہت کم دوسروں کے ممنون ہوئے اور انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا۔ ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع ترین مہمان خانوں اور ان کا دسترخوان ہندوستان کے وسیع ترین دسترخوانوں میں تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔

ضمیمہ از الحاج حضرت محمود احمد صاحب عارفؒ

خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ

جن دنوں حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا وصال ہوا قطب ارشاد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ العزیز ان دنوں صوفی عبدالمجید صاحب مرحوم کی کوٹھی واقع جیل روڈ (لاہور) قیام فرما تھے یہ ناچیز حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب اور محبی سیّد انور حسین صاحب نفیس رقم کے ساتھ ایک دن بوقت عصر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس مجلس میں حضرت نے کچھ اس طرح کلمات ارشاد فرمائے :

''اِدھر (پاکستان) آنے کے لیے جب میں رائپور سے سہارنپور پہنچا تو حضرت شیخ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ دیوبند سے ہو کر جانا چاہیے اس سے پہلے میرا ارادہ دیوبند جانے کا نہ تھا مگر اس اشارہ پر میں دیوبند پہنچا، دیوبند پہنچ کر جو میں نے حضرت (مدنی ؒ) کو دیکھا تو جی میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت سے عرض کروں کہ مجھے اپنے سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائیں مگر بعد میں اپنی حالت دیکھ کر شرم سی آئی یہ کہنے کی جراءت نہ کر سکا''۔

اس مجلس کے برخاست ہونے کے بعد حضرت مولانا حامد میاں صاحب حضرت محمود حسن صاحب بن حضرت منشی رحمت علی صاحب قدس سرہ العزیز و سیّد انور حسین صاحب نفیس رقم اس کوٹھی کے باہر برآمدہ میں نکل آئے تو مولانا حامد میاں صاحب نے اس ناچیز سے حضرت کے ان فرمودات کے بارے میں سوال کیا کہ تم اس سے کیا سمجھے ہو۔ راقم السطور نے عرض کیا کہ ہر دو حضرات کا کمال۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے فرمایا کیسے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا کمال تو حضرت نے خود بیان فرمادیا کہ حضرت کو دیکھ کہ خواہش پیدا ہوئی کہ ان سے سلسلہ عالیہ کی اجازت حاصل کروں حضرت رائےپوری قدس سرہ العزیز کا کمال فنائیت بھی اس سے ثابت ہے کہ اپنی حالت دیکھ کر کچھ

شرم سی آئی یہ کہنے کی جراءت نہ کرسکا۔ اللہ اللہ! ایسا شیخِ وقت جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کی گردنیں جھکتی تھیں وہ فنائیت کے کس مرتبے پر تھا۔

انہی دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی دام ظلہم کا ایک گرامی نامہ بسلسلہ تعزیت حضرت رائپوری قدس سرہ کے نام آیا جس میں کچھ اس طرح کے الفاظ درج تھے :

''یہ ناکارہ حضرت کے نہلانے، کفنانے اور دفنانے میں اول تا آخر شریک رہا انوار کا اس قدر ہجوم تھا کہ کفن اور چہرہ ہمرنگ تھے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔''

ان جملوں کے سننے کے بعد احقر کی زبان پر یہ شعر بار بار آیا۔

نشان مرد مؤمن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

کتبہٗ محمود احمد عارف ہوشیار پوری

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۲ قسط نمبر۶ ، آخری

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظرثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

مجھ سے عزیز القدر مولوی حافظ قاری عبدالرشید صاحب سلمہم نے ایک مضمون کی فرمائش کی تھی۔ میں کئی دن کی لگاتار کوشش کے باوجود بھی اسے مختصر انداز میں پیش کرنے سے خود کو قاصر پاتا ہوں بلا مبالغہ صورت حال ایسی ہے کہ اگر ذرا بھی مفصل لکھا جائے اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کے حالات ترتیب دیے جائیں تو مکمل کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان عنوانات کی فہرست لکھ دوں جن پر لکھنا چاہتا ہوں اور حوالے دیدوں جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ یہ عنوانات فرضی نہیں ہیں۔

ان سب عنوانات کے تحت قابلِ اتباع اور اعلیٰ صفات کے نمونے تحریر ہیں :

حصولِ تعلیم کے زمانہ کے اعلیٰ حالات :

احترام اساتذہ : استادوں کے نام چاہے ان سے چھوٹی ہی کتابیں پڑھی ہوں سب نقشِ حیات میں ہیں۔

خدمتِ مشائخ واساتذہ: انفاس قدسیہ ص ۵۰، ۵۱، ۵۲ تا ۵۸

آپ کی بیعت : بیعت کے لیے حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں جامع کمالات حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نوراللہ مرقدہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے جو مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے۔ یہ خود اس دور میں اہم بات تھی۔ انفاسِ قدسیہ ص ۵۶

وفاداری، جاں نثاری، اسارتِ مالٹا : سب کتابوں اور تذکروں میں ہے۔

تعمیلِ حکم اکابر : ۵۱ تا ۵۸

بزرگوں کی توجہ کاملہ : انفاسِ قدسیہ ۵۷

مراحل سلوک : شروع نقشِ حیات

تدریس : پہلی بار مدینہ منورہ میں ۱۳۱۸ھ تک

ہندوستان میں رہنے کی وجہ : ــــــــــــــــــــــ؟

جہاد : انفاسِ قدسیہ ص ۲۴۱ حدیثِ معاذؓ ص ۳۳۴ مشکوٰۃ شریف

اشاعتِ علم : حدیث پاک سے شغف، انفاسِ قدسیہ ص ۱۵۷ و ۲۴۹۔ واقعات ص ۸۸، ۹۰

جذبۂ احیاءِ سنت : ص ۸۵ خلاصہ واقعات ۳۳۴ واقعات (ص ۴۵۹ مشکوٰۃ۔ عن انسؓ)

اتباعِ سنت : ص ۴۷ ص ۸۲ واقعات (درس میں پانی پینا)

مولانا اسعد اور ریحانہ صاحبہ کے عقد : وفات کے وقت ص ۴۷ واقعات مفصل لکھنا ص ۸۰، ۸۱، ۸۲ واقعات

عزیمت : چارپائی پر نماز وغیرہ۔ لباس میں خشن استعمال کرنا ص ۹۳ واقعات

جماعت کی وفات کے وقت بھی پابندی : ص ۱۶۷ واقعات

اخلاقِ حسنہ : احادیثِ فضیلت ص ۱۶۵ واقعات

احسان شناسی، احسان مندی : ــــــــــــــــــ؟

ایفاءِ وعدہ : ص ۸۱، ۸۴ واقعات

دیانتداری کے تقاضوں پر ہر حال میں عمل : ص ۶۸، ۷۲ واقعات

تواضع : ص ۲۴۸ انفاس۔ نقشِ حیات کی تحریر پر والد صاحبؒ کا ارشاد، تجویز نام ص ۷۵، ۱۲۰، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۴ واقعات

اپنی تعریف کی ناپسندیدگی : ص ۱۸۰ واقعات

توکل : مدینہ منورہ کے قیام کا واقعہ۔ من صبر علی لاوائھا۔ از نقش حیات۔ لایکتون۔ اخفاء تکالیف ص ۵۸۳ مشکوٰۃ۔ ۹۵، ۱۳۹ واقعات

تحمل شدائد : ص ۸۶ واقعات

قناعت : ص ۱۰۱ و ص ۱۱۴ واقعات

استغناء، امراء سے احتراز: ص۸۷ انفاس ص۱۰۲، ۱۰۳ واقعات (ص۴۳۷ مشکوٰۃ عن ابن عباسؓ، عن عبداللہ ابن مسعودؓ، عن سفیان ثوریؒ)۔

سخاوت و مہمان نوازی : ص۷۵ انفاس ص۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ واقعات

احتیاط و تربیت : ص۷۷، ۷۸، ۷۹ واقعات

ایثار : ۲۳ء میں بڑی تنخواہ کی پیشکش ص۹۸ واقعات۔ شیخ الازہر کی۔۔۔ص۱۰۰ واقعات

خدمتِ خلق : ص۱۲۶ خلاصہ ۱۳۲، ۱۳۴ واقعات

تسلیم ورضاء بر قضاء : ص۱۲۷ انفاس۔ص۱۳۹، ۱۴۱ انفاس

مستحقین کی امداد : تحمل الکل ص۱۱۲، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۲۲ واقعات

تحمل و رفق : ص۱۴۳، ۱۴۴ انفاس

تحلم : ص۱۴۳ انفاس لیس الشدید ...ص۹۶ واقعات

خادموں سے سلوک : ص۸۷، ۹۰ انفاس۔لم یقل اُف ...ص۱۰۸ واقعات

کانگریس میں شمولیت : ص ۶۹۲ نقش حیات

مجاہدین کی سرپرستی : ص۸۹ واقعات ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ

مخالفین کے ساتھ سلوک: ص۹۹ انفاس اعرض عن الجاهلین. واعفوا واصفحوا ص۱۱۰ واقعات

عفوو درگزر : اعف عمن ظلمك الحدیث۔ص۵۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ واقعات

جون ۴۲ء میں گرفتاری و رہائی: ۲۶ر اگست ۴۴ء ص۲۷۰ واقعات

سب پر شفقت : ص۱۲۹، ۱۳۰ واقعات ارحموا من فی الارض ص۴۲۳۱ مشکوٰۃ

خوش طبعی : ص۸۲ انفاس۔ص۱۲۷، ۱۸۹، ۱۹۳ واقعات

سلوک کی تفسیر: ص۱۶۴ حاشیہ انفاس

عبادت وریاضت وتلاوت : ص۸۲، ۸۳ واقعات

تشبہ سے نفرت : بنگال میں ساڑی۔صلیب نما نشان سے نفرت ص۷۶ واقعات

آپ کے بیعت کرنے کے کلمات: ص۱۸۳ انفاس

قبولیتِ عامہ : ص۲۲۸، ۲۲۹ انفاس۔ص۲۲۷ واقعات

آپ سے غیر مسلموں کی عقیدت : ص۲۲۲ انفاس

فناء فی اللہ فناء فی الرسول فناء فی الاسلام فناء فی الشریعۃ المطہرۃ : ڈاڑھی رکھنے پر سختی۔ محمود صاحب سے مولانا احمد علی صاحب کا واقعہ ص ۱۲۶ انفاس

کرامات : مچھلیوں کا واقعہ ص ۲۱۶۔۲۲۰۔۲۲۲ انفاس

قلب کا جاری ہونا : ص ۲۳۰ انفاس۔ خود میرا وجدان توجہ کا اثر ص ۳۷، ۳۹، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۵۰، ۶۱، ۶۲ واقعات

سیاسیات : مسلم لیگ کے ساتھ تعاون ص ۲۶۹ واقعات۔ ص ۸۹ واقعات۔ جماعتی مشوروں کی پابندی ص ۸۶ واقعات۔ ص ۴۱۶ مشکوٰۃ و ص ۴۵۹ مشکوٰۃ۔

سید پور کا واقعہ : ص ۱۳۷ انفاس والد صاحب کی عبارت ص ۱۴۱۔۱۴۸ انفاس۔

اخلاص، پدم بھوشن : ص ۱۵۵ انفاس۔ ص ۱۳۳، ۲۲۳ واقعات

چند ملفوظات : ص ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶ تا ۲۵۲ انفاس

البُکاء (گریہ) : ص ۳۴، ص ۲۵۶، ۴۵۸ مشکوٰۃ

اُمّتِ محمدیہ سے تعلق : ص ۱۵۵ واقعات

وفات کے قریب صحابہ جیسی زندگی : ص ۷۸، ۹۵، ۱۶۱، ۲۱۶ واقعات

وفات : ص ۴۵۔۵۳ واقعات

بعد از وفات : ص ۲۳۴، ۲۳۵ انفاس

آپ کی شان میں دیگر اکابر کے کلمات : ۲۱۲ واقعات